

عائشہ نصیر احمد

پہلا حصہ -

مکمل ناول

نور اللغات

اپنے براؤن لمبے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹتے وہ شہروز کے کمرے کے نزدیک آئی اور ادھ کھلے دروازے سے جب اس نے کمرے کا بکھرا حال دیکھا تو سلگ کر رہ گئی خدا جانے یہ شخص کرتا کیا ہے اس کمرے میں کسی نادیدہ



مخلوق سے ریسنگ یہی سوچتے ہوئے وہ آگے بڑھی اور پھر شہروز کو کمرے میں غیر موجود تصور کرتے ہوئے ایک دھڑام کے ساتھ دروازہ کھولا لیکن..... سامنے ہی آئینے کے سامنے کھڑا شہروز جو غالباً کچھ دیر پہلے تک اپنی تیاری پر آخری نظر ڈال رہا تھا اس دھماکے کی آواز پر مڑ کر اسے دیکھنے لگا انتہائی حشمیں نظروں سے اس کی شیشے کی مانند شفاف لائٹ براؤن آنکھوں کی پیش سے ماہی گواپنا تن من جھلستا محسوس ہونے لگا۔

”آئی ایم سوری مجھے لگا آپ کمرے میں نہیں ہیں۔“ دھیمے لہجے میں کہتے اس نے کافی مشکل سے یہ جملہ ادا کیا تھا پیٹھ پیچھے وہ اسے کچھ بھی کہتی لیکن شہروز کے سامنے وہ اسی طرح گوگئی بن جایا کرتی تھی۔

”کہنا کیا چاہتی ہو تم؟“ کاٹ دار لہجے میں کہتا وہ نے تلے قدم اٹھاتا اس کے قریب آ کر رکھا۔

”میری غیر موجودگی کا یہ مطلب ہے کہ تم کسی رسی نڑائے جانور کی طرح سامنے آئی ہر چیز کو تہس نہس کر دو.....

اور کرتی ہو تو کرو لیکن میرے کمرے میں اپنا یہ جنگلی پن نہ ہی دکھاؤ تو بہتر ہے چاہے میں موجود ہوں یا نہ ہوں۔“ ایک

ایک لفظ پر زور دیتا وہ اس پر اپنے الفاظ کا اثر دیکھنے لگا اس کا چہرہ اس قدر انسلٹ پر سرخ پڑ گیا تھا وہ ہونٹ بھیجنے



کھڑی رہی وہ جب چلا گیا تب بھی نہ جانے کتنی دیر تک اس توہین کا اثر ذہن رکھنے کی ناکام سی کوشش میں کمرے کی حالت زار دیکھتے ہوئے اس نے ایک گہرا سانس لیا تو سانسوں میں اس کلون کی جھلک بھی اتر آئی جو شہر و زکوہ وقت اپنے حصار میں لئے رکھتی تھی شہر و زکوہ کا خیال آتے ہی نفرت کی ایک لہر سی دل میں اٹھی تھی۔

”سمجھ میں نہیں آتا کوئی انسان اس حد تک ذلیل کیسے ہو سکتا ہے۔“ یہ کہتے ہوئے ماہین اپنا تمام تر غصہ لے کر بچن میں چلی آئی جہاں زمین اور شن دو پہر کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔

”کیوں..... اب کس نے موڈ خراب کر دیا ہے میڈم کا.....؟“ شن نے چونک کر پوچھا۔

”اس گھر میں دو ہی تو بندے ہیں جن سے مجھے بیزاری کی حد تک چڑ ہے۔ وہ ٹھنڈے پانی کی بوتل لے کر اسٹول پر آ بیٹھی۔

”ایک دفعہ اور دوسرا شہر و زکوہ۔“ پانی غنا غٹ چڑھاتے اس نے اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کی۔

”میں اس کے کمرے کی صفائی اب تو کر چکی نہ کروں اس کے اتنا سنانے کے بعد۔“ کھولن کم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی اور ادھر شن اچھل پڑی تھی اس کی بات پر۔

”کیا..... تم فضا کے کمرے کی صفائی کرنے لگی تھیں..... آپی اسنا آپ نے..... اس نے کیا کہا۔“ اب کے شن نے زمین کو مخاطب کیا۔

”یہ مختصر فضا کے کمرے کی صفائی کرنے لگی تھیں بے ناہ ایک تاریخی واقعہ۔“ وہ بھرپور حیرانی سے کہہ رہی تھی اور مانی بے ضبط سے اس کی بات سنتے ہوئے صرف اسے گھورنے پر اکتفا کر رہی تھی۔

”بھئی اس کی اور فضا کی دوستی پر تو مجھے کبھی بھی شک نہیں رہا۔“ چھوٹی موٹی لڑائیاں تو ہوتی رہتی ہیں۔“ وہی سمجھتے ہوئے زمین کا لہجہ بڑا بے نیاز سا تھا مانی نے سر سے سلگ گئی۔

”ارے کیا مصیبت ہے میری پوری بات تو سن لیجئے پہلے..... میں فضا کی نہیں شہر و زکوہ کے کمرے کی صفائی کرنے لگی تھی کسی پاگل کتے نے نہیں کاٹا مجھے کہ فضا کا کوئی کام کروں گی وہ تو کسی مرتے کو پانی تک نہ دے۔“ اس نے غصے کے باوجود وضاحت پوری دی۔

”اچھا تو یوں کہو نا۔“ زمین نے سر ہلایا۔

”ویسے شہر و زکوہ نے تمہیں کیوں سنا یا.....؟“

”وہ اصل میں نے اس کے کمرے کا دروازہ ذرا زور سے کھول دیا تھا۔“ اس نے قدرے پست لہجے میں اپنی غلطی بتائی لیکن دوسرے ہی لمحے اس پر پردہ ڈالتے ہوئے بولی۔

”تو اس میں کون سی بڑی بات تھی وہ خود بھی ایسا ہی کرتا ہے اگر میں نے کر لیا تو.....“

”بس کرو مانی۔“ وہ آگے کچھ اور کہتی لیکن زمین نے سچ میں ہی اسے ٹوک دیا۔

”بجائے اپنی غلطی سامنے کے قدم اسے ہی قصور وار ٹھہرا رہی ہو دھماکے کے ساتھ دروازہ کھولنے اور بند کرنے پر تو تمہیں امی سے بھی کڑی بار ڈانٹ پڑ چکی ہے اتنی بڑی ہو گئی ہو تم مگر ذرا بھی عقل نہیں آئی تانی سچ کہتی ہیں تم اگر تانی داوی بھی بن جاؤ ناں تب بھی تمہارے یہی رنگ ڈھنگ رہیں گے۔“ براہی سے کہتے زمین نے اسے اچھا خاصا لٹاؤ ڈالا۔ مانی تو شاک کے عالم میں منہ کھولے اسے دیکھتی رہ گئی شن نے لگی اس کی کیفیت پر۔

”واؤ..... آپ نے تو اس کی بوتلی ہی بند کر دی۔“

”تم تو چپ کر دو۔“ شن کو ہستے دیکھ کر وہ سر بدھ چلی۔

”اور آپی آپ.....“

”اب اس اکڑو بد دماغ کے لئے مجھے ڈانٹ رہی ہیں آپ جانتی ہیں اس نے میری کتنی انسٹل کی۔“ شہر و زکوہ باتوں سے زیادہ اسے زمین کی ڈانٹ کا صدمہ ہوا تھا۔

”میں اس کے لئے تمہیں نہیں ڈانٹ رہی ہوں بلکہ میں تمہیں تمہاری غلطی بتا رہی ہوں۔“ زمین نے اسے سمجھایا۔

”اب دیکھو۔“ تم اس کا کمرہ سیٹ کے بنائی نیچے آ گئی ہو حالانکہ تم جانتی ہو کہ تانی ہمیشہ تمہیں ہی کیوں کہتی ہیں اس کام کے لئے۔“ کیونکہ تمہارے سوا اگر کوئی اور اس کا کمرہ سیٹ کرے تو وہ ہنگامہ مچا دیتا ہے کہ اس کی چیزیں الٹا کر دی گئی ہیں اور.....“

”آپی پلیز.....“ اس کے لہجے میں ناگواری آ گئی۔

”مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے شہر و زکوہ بچائے یا قیامت ڈھائے اب تو میں اس کے کمرے میں قدم بھی نہیں رکھوں گی اور رہی بات تانی کی تو میں انہیں بھی انکارم کروں گی تاکہ آئندہ وہ مجھے اس کام کا نہیں ہی نہ۔“ اس نے اپنا حتی فیصلہ سنایا اور باہر نکل گئی۔ زمین نے ایک گہری سانس لے کر شن کو دیکھا۔

”تمہیں نہیں لگتا اس نے شہر و زکوہ کا ریکارڈ تو ڈیا ہے بد دماغی اور ہٹ دھرمی میں۔“

”آپ بالکل صحیح کہہ رہی ہیں یہ تو ہمیشہ سے اس سے دو ہاتھ آگے ہی رہی ہے۔“ شن نے پر زور تاکید کی تھی۔

اس بڑے اور خوبصورت سے گھر میں اماں بی اپنے تین بیٹوں کے ساتھ رہتی تھیں شہر و زکوہ خان ان کا اکلوتا پوتا تھا اور وقار خان کا بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہونے والا اکلوتا بیٹا اس کی اہمیت اس لئے بھی بہت زیادہ تھی کہ اماں بی کے چھوٹے دونوں ہی بیٹوں کو اللہ تعالیٰ نے اولاد دینے سے محروم رکھا تھا انفار خان کی دو بیٹیاں تھیں ماہین اور زمین اور اظہار خان کو اللہ تعالیٰ نے خوب ہی رحمت سے نوازا تھا، چنانچہ بیٹیوں کے باپ تھے شہر و زکوہ کی بھی تین بیٹیاں تھیں دو تو شادی شدہ تھیں اور چھوٹی اقراء جو ابھی صرف میٹرک کی اسٹوڈنٹ تھی اب اتنی ساری لڑکیوں کے بچ و اہل کا ہونے پر جو اس کی اہمیت تھی اسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا تھا، اماں بی اس سے بے انتہا پیار کرتی تھیں جتنا لاڈ انہوں نے شہر و زکوہ سے کیا تھا اس کا ایک چوتھائی حصہ بھی پوتیوں کو نہیں دے پائی تھیں، ماں باپ کا پیار تو وہ تھا ہی لیکن انفار اور اظہار نے بھی کبھی اسے جھٹکا نہیں سمجھا تھا بلکہ شاید وہ اپنی بیٹیوں سے بھی اتنا پیار نہیں کرتے تھے جتنا پیار انہیں شہر و زکوہ سے تھا، جہاں کسی کو اتنی توجہ اور پیار ملے وہاں دماغ میں کوئی خناس نہ سائے یہ ناممکن سی بات ہے اسی لئے شہر و زکوہ کے مزاج میں بھی خود سری اور اکڑ پھن آ گیا تھا وہ بے پناہ خوبورت تھا فہانت کی دولت سے مالا مال تھا اس پر اس کی ڈرینگ..... اس کا اپنی ٹیوٹ غصب کا تھا وہ جہاں بھی جاتا مرکز نگاہ بن جاتا تھا شہر و زکوہ زائم بی اسے کا اسٹوڈنٹ تھا اور ساتھ ہی باپ کا بزنس بھی سنبھال رہا تھا اس کے سرکل کی لڑکیاں خوبصورت اور سرخ دار ہونے کے باوجود شہر و زکوہ کی ایک نظر خاص کی منتظر رہتی تھیں لیکن شہر و زکوہ نے اپنی مضبوط سوچ اور بہترین تربیت کی بدولت کبھی خود کو ہٹکنے نہیں دیا تھا خود سے ہونے کے باوجود اس نے اپنے مذہب اور معاشرے کی متعین کردہ حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جد تو یہ تھی کہ وہ اپنی کزنز سے بھی زیادہ بات چیت سے گریز کرتا تھا زمین شن اور زوہیا وغیرہ تو اس کا مزاج سمجھتی تھیں لیکن مانی کو اس سے شدید قسم کی چڑھائی بلکہ اسے جھلسی کہنا زیادہ مناسب ہوگا، بچپن سے وہ اسے جھٹی اہمیت ملتے دیکھ رہی تھی اس پر شہر و زکوہ کا اکڑ رویہ خصوصاً مانی سے بات کرتے ہوئے تو وہ کچھ زیادہ ہی زوہ ہو جاتا تھا اسی لئے ہر گزرتے دن کے ساتھ مانی کے دل میں اس کے لئے بیزاری بڑھتی جا رہی تھی اور یہ بیزاری نفرت میں بدل جاتی اور جذبات احساسات میں

تبدیلی اب ناگزیر ہوتی جا رہی تھی لیکن نہ مایہ جانتی تھی اور نہ ہی شہر و کوہ یہ معلوم تھا کہ یہ تبدیلی اتنی جلدی ان کی زندگیوں میں بدل کر رکھ دے گی۔

”کیا مصیبت ہے..... اس کجنت لائٹ کو بھی ابھی ہی جانتا تھا، اتنی اچھی نیند آ رہی تھی قسم سے.....“ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو وہ سونے کے لئے لیٹی تھی ایسے میں لائٹ کے جانے پر وہ لاؤنج میں آ کر با آواز بلند سب کو سنا رہی تھی۔

”اے ای ایس سی والوں کو ہم پر رحم بھی نہیں آتا، بجلی دن میں جائے گئے رات میں جائے گئے لیکن کم از کم ایسی بھری دوپہر میں تو نہ جائے، جب عین سب کے آرام کا وقت ہو، چین کی دو گھڑیاں بھی نصیب نہیں ہونے دیتے یہ تھووس۔“ صوفے پر شمن کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے اس کا کاندھا ہلایا تھا، فضا پاس ہی چہرے پر کوئی ماسک لگائے بیٹھی تھی ہمیشہ کی طرح اپنے حسن کی حفاظت کی فکر میں غلطاً۔

”تمہیں سونے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے جب دیکھو سونے کا رونا،“ شمن نے اٹھ کر اس کے پیرو پر چپکی کاٹی، اس نے فوراً گراہ کر پیر سمیٹ لئے۔

”سونا بھی تو ایک کام ہی ہے ناں اور اب یہ خود ہی کہے گی کہ میری زندگی میں تو صرف دو ہی کام ہیں ایک سونا اور دوسرا شہوٹا۔“ پلٹ مایہ کے سونے کی چل نکلی تھی یہ کیسے ممکن تھا، فضا دل نہ دیتی۔

”تم نے جو یہ الم ظلم چہرے پر تھوپ رکھا ہے، کوئی جن تو تمہارے پیٹ اپنے منہ میں بھی ٹھونس لیتیں، تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی تمہارا منہ تو بند رہتا۔“ مایہ جل گئی تھی شمن کو فسی آ گئی۔

”لگتا ہے گرمی دماغ کو چڑھنے لگی ہے۔“

”ہاں..... اب مجھے بھی ایسا لگنے لگا ہے، کہا بھی تھا ابو سے جزیئر ٹھیک کروالیں، اب اس شدید ترین گرمی اور اس پر یہ لو شیدنگ کا عذاب، جینا مشکل ہو گیا ہے، کاش برف پوش وادی میں پیدا ہوئی ہوتی، جہاں ساہا سال برف ہی برکتی رہتی۔“ اس نے پائیت بھرے لہجے میں اپنی خواہش بیان کی۔

”یہ گرمی موسم کی نہیں، تمہارے اعمال کی ہے، تم کسی برف پوش وادی میں بھی پیدا ہوئی ہوتیں تو وہ جگہ بھی ہی بن جاتی تمہاری موجودگی کے باعث۔“ فضا نے اس پر چوٹ کی، مایہ کچھ کہنے کے لئے منہ کھولنے ہی لگی تھی کہ

زوبا چلی آئی۔

”چلو مجھی مایہ! اٹھو تائی کہہ رہی ہیں سب کے لئے ٹھنڈا ٹھار شربت بنا لاؤ۔“ اسنے بی جان کے کمرے سے آ کر یہ آرڈر جاری کیا تھا، مایہ کو افسوس ہونے لگا کہ وہ اسکے آنے سے پہلے ہی کہیں غائب کیوں نہ ہو گئی۔

”کیا ہے یار! تائی نے کیا میرے پیچھے اپنے موکل چھوڑ رکھے ہیں جو انہیں میرے ایک ایک پل کی خبر مل جاتی ہے، اب انہیں یہ بھی پتا چل گیا کہ میں جاگ گئی ہوں اور لاؤنج میں بھی آ چکی ہوں۔“ اس کی بیزاری اپنے عروج پر پہنچ گئی۔

”اور ہر کام کے لئے انہیں میں ہی یاد آتی ہوں، جب وہ تمہارے ذریعے مجھے یہ کام کھلاؤ سکتی تھیں تو تمہیں ہی کہہ دیا ہوتا۔“

”ہاں کہہ سکتی تھیں، لیکن کل میرا ٹیسٹ ہے، اور ابھی مجھے اسی کی تیاری کرنی ہے۔“ زوبا اسے چراتے ہوئے کاؤچ پر بیٹھ گئی۔

”اصل میں مایہ تم سمجھ نہیں رہی ہو، تائی تمہیں ٹرین کرنا چاہ رہی ہیں،“ شمن نے اسے اپنا خیال کافی پر ثوق انداز میں بتایا تھا وہ چونک گئی۔

”لو..... مجھے ٹرین کر کے انہیں کیا ملے گا.....؟“

”تمہارے سسرال والوں کی دعائیں۔“ زوبا ہنسی۔

”نہیں پتا ہے میں کچھ اور سوچ رہی ہوں،“ شمن سنجیدہ ہو گئی۔

”تم لوگوں نے کبھی غور نہیں کیا تائی جی ہر کام کے لئے اسے ہی کیوں پکارتی ہیں، ہر چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام ان کا اور ہاتھوں شہر و زکا، اب جا ہے مایہ اپنے چھوٹے پن میں اس کام کا بیڑا غرق کر دئے، تائی جی اسے پکڑ کے وہ کام سکھائیں گی، کرائیں گی، ان کا بس نہیں چل پاتا، وہ سب کچھ اسے گھول کر پلا دیں،“ شمن نے جس انداز میں بات کی وہ دونوں چونک گئیں، فضا جو منہ دھونے کے لئے اٹھنے لگی تھی وہ بھی دچپی محسوس کر کے پھر سے بیٹھ گئی۔

”چلو..... مان لیا کہ تائی کے ذہن میں ایسا کچھ ہے لیکن شہر و..... وہ کیا سوچتا ہوگا۔“ زوبا نے نکتہ اٹھایا۔

”میرا مطلب ہے اس کے ایکشنز اس کے انجیشنز دیکھ کر یہ نہیں لگتا کہ وہ جو ہر معاملے میں صرف اپنے من کی کرتا ہے کیا وہ اس کے.....“

”ارے بھائو میں گئے شہر و کے خیالات۔“ مایہ نے بھڑک کر اس کی بات کاٹی۔ پہلے چھ سے سن لو میں کیا سوچتی ہوں، میری زندگی میں دو مصیبتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے ایک شادی اور دوسرا شہر و۔“

”لو..... اس کے دو کا پہاڑا پھر شروع ہو گیا۔“ شمن نے سر تھام لیا۔

”ابھی ہم صرف امکانی بات کر رہے ہیں، اس کے باوجود تمہیں اس بارے میں سوچنا چاہئے، شہر و کی پر سنائی دیکھو، رادوہ کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا ہے۔“

”ہاں..... اس کی پر سنائی ہی تو ہے کہ میں ایسا کچھ سوچنا نہیں چاہتی، کہاں وہ جگہ کا سورج اور کہاں میں ٹھنڈا ستارہ۔“ وہ سنجیدگی سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

”کیا صرف یہی ایک وجہ ہے،“ شمن نے اس کا ہاتھ تھاما۔

”نہیں۔“ اس نے کچھ سوچ کر سر ہلایا۔

”دراصل مجھے اس کی دو ہی باتیں بہت بری لگتی ہیں ایک اس کی بے تحاشا جاہت اور دوسرا اس کی ایروگنسی۔“

”اب چھوڑو تم لوگ یہ فضول باتیں اور بتاؤ مجھے شربت پینا ہے کسی نے؟“ اس نے فوراً ہی دوبارہ خود پر بے نیازی کا لبادہ چڑھا لیا تھا، شمن مزید کچھ کہنے ہی نہیں پائی۔

”مایہ! تم نے اپنے ابو کے کپڑے استری کروئے؟“ وہ ٹرے میں شربت کے گلاس لئے بی جان کے کمرے میں آئی تو امی جوتائی اور بی جان کے ساتھ کوئی خاندانی ایٹو ڈسکس کر رہی تھیں اسے دیکھتے ہی یہ سوال داغ دیا، وہ حیران ہو کے ان کی صورت دیکھنے لگی۔

”کیا..... آپ نے مجھے سے کہا تھا اس کام کے لئے.....؟“

”مایہ..... ان کی آواز غصے سے بلند ہو گئی۔

”میں نے تم سے صبح ہی کہہ دیا تھا کہ بجلی کے آنے جانے کا کوئی وقت مقرر نہیں، کل جمعے کا دن ہے، کپڑے پہلے ہی استری کر لیں اور تمہیں تو جیسے کچھ یاد ہی نہیں ہے، غضب خدا کا لا پرواہی کی بھی ایک حد ہوتی ہے، امی سنائے جا رہی ہیں، تائی کی آنکھوں میں تاسف تھا اور بی جان کی آنکھوں میں غصہ۔

”سوری امی! آپ بھی تو پاس ہی کھڑی تھیں اس وقت مجھے لگا آپ نے ان سے کہا ہے،“ شرمندگی سے کہتے

ہوئے اس نے گلاس ان کی طرف بڑھایا ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کا یہی طریقہ بہتر لگا ہے۔

”اور تمہیں کام سے جان چھڑانے کا بہانہ مل گیا۔“ بی جان نے طنز یہ لہجہ میں اس کی بات سے آگے جملہ ٹانگا تھا وہ ایک گہری سانس لے کر چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ڈھیلے ڈھالے انداز میں وہیں بیٹھ گئی بی جان کی ایک لمبی اسچنگ کے لئے بالکل تیار ہو کر۔

”ہمیشہ اپنے کام دوسروں پر ہی تھوپی رہتی ہے یہ لڑکی..... یہاں تو پھر بھی خبر ہے سب ہمیں ہیں تو بغیر حساب کتاب رکھے اس کے کام اپنے سر لیتی رہتی ہیں لیکن اگلے گھر میں اس کی یہ کام چوری یہ کاپی کوئی برداشت نہیں کرنے والا وودن میں یہ ساری لا پرواہی یہ ساری آنکسی ناک کے راستے نکال باہر کریں گے۔“

”چھوڑیں نا اماں..... کچھ جائے گی آہستہ آہستہ..... ابھی کون سا بارات دروازے پر کھڑی ہے۔“ تائی نے اس کی گلو خدای کرانی چاہی تھی۔

”لو..... یہ بارات کی خوب کہی..... ابھی کوئی اچھا رشتہ آئے تو.....“

”بی جان بلیز..... یہ شربت پی لیں، نہیں تو ہاٹ ڈرنک بن جائے گی۔“ اپنی ذات کو مسلسل موضوع بنا کر دیکھ کر وہ زچ ہو گئی۔

”جو اتنی محنت کر کے میں نے بنایا ہے۔“ آخری بات اس نے ذرا دھیرے کہی تھی اور بی جان جو ویسے تو اونچا سنی تھیں۔ لیکن ایسی باتیں ان کی سماعتوں تک بڑی جلدی رسائی حاصل کر لیتی تھیں۔

”محنت کیسی..... تم کیا فرہادی طرح پہاڑ کاٹ کے یہ شربت لائی ہو ہمارے لئے۔“

”جی نہیں بی جان! افر باؤ نے شربت کے لئے نہیں دودھ کی نمبر کے لئے پہاڑ کاٹا تھا۔“ اس نے اپنے تئیں بھیج کر بی جان کیسے ہی ہونٹ جھینچ لئے۔

”چلو اٹھو ماہی..... لائٹ آگئی ہے..... جا کر کپڑے استری کر لو اب۔“ امی نے اسے اٹھانے کے لئے کہا تھا شاید وہ نہیں چاہتی تھی کہ اب بی جان اس کی کسی دوسری بات پر اس کے لئے لینے بیٹھ جائیں وہ بے اختیار چپ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”اچھا ناں..... جارہی ہوں..... ایک تو لائٹ آئی نہیں ہے کہ میری شامت آگئی چلی ہی گئی تھی تو کم از کم دو گھنٹے تو نگی رہتی ایک منٹ بھی سکون نہیں ہے ہر کام کے لئے میرے نام کی نکار..... پھر بھی میں ہی کام چور میں ہی کابل میں ہی پھو ہڑ“ سچ ہے بد اچھا بد نام برا..... باقی لڑکیوں نے تو جیسے سکھڑا پے میں ماسٹر ذکر رکھا ہے ناں۔“ بے ربط سے جملوں سے دل کی بھر اس نکستی تن فن کرتی وہ کمرے سے نکل گئی یہ دیکھے بغیر کہ اس کی اس مختصری تقریر نے امی کو تائی جی کے سامنے کتنی فحش میں مبتلا کر دیا تھا۔

آج زمین جلدی سو گئی تھی اسی لئے ماہی ڈائجسٹ لئے زویا اور فضا کے مشترکہ کمرے کی طرف جارہی تھی کہ بی جان کے کمرے کی لائٹ جلنے دیکھ کر حیران ہو گئی۔

”کمال ہے بی جان ابھی تک جاگ رہی ہیں میں خواہ مخواہ اتنی دیر سے یہاں کارج نہیں کر رہی تھی۔“ وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی جہاں بیڈ پر بی جان کے پاس ہی فضا اپنے نوٹس پھیلائے بیٹھی تھی اور کارپٹ پر بیٹھی من کی نظریں اپنے سیل فون پر جمی ہوئی تھیں بی جان نے کون سے قصے چھیڑے ہوئے تھیں کہ فضا اپنا کام چھوڑے ہاتھوں کے پیالے میں اپنا چہرہ تھا سہاوت نہایت انتہا کے انہیں سن رہی تھی کہ اب ماہی کی مداخلت پر بہت بد مزہ ہو کر اسے دیکھا۔

”کیوں..... تمہیں بی جان کے سونے کا انتظار تھا۔“

”نہیں..... ڈر تھا کہ اگر میری وجہ سے بی جان کی نیند خراب ہو گئی تو پھر یقیناً میری شامت آئے گی۔“ وہ ڈائجسٹ ہاتھ میں لئے ابڑی چیئر پر براجمان ہو گئی۔

”وہ تو آئے گی ہی جتنا اوجھم چاتے ہوئے تم کمرے میں داخل ہوتی ہو اس سے تو مردے بھی جاگ جائیں“ میری تو پھر اتنی کچی نیند ہے ڈر اذرا سی آہٹ پر چونک پڑتی ہوں۔“ بی جان قدرے ناراضی سے بولیں۔

”تمہاری ماں کہاں ہے.....؟ کب سے بلاری ہوں اب۔“

”آپ نے بلایا ہے تو آئی جاؤں گی فی الحال تو وہ کچن سمیٹ رہی ہیں..... اچھا چھوڑیں۔“ انہیں اماں کی مصروفیت کا بتا کر اس نے جلدی سے موضوع بدلا کہ کہیں امی کے کام کاسن کر بی جان اس کے نکلے پن پر اسے نہ ڈانٹنے لگیں۔

”اب آپ جاگ ہی رہی ہیں تو میں آپ کو ایک کہانی سناتی ہوں..... بڑی رومانٹک سی۔“ ڈائجسٹ کھولتے ہوئے اس نے آخری جملہ ہی منہ میں بڑبڑایا تھا۔

”لو..... بچے اپنی دادی ماں سے کہانی سنتے ہیں اور یہ اب اپنی دادی کو کہانی سنائے گی۔“ فضا کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ آ گئی۔

”تو کیا ہوا..... بی جان نے اب تک ہمیں جتنی کہانیاں سنائی ہیں وہ سب مجھے ازیر ہو چکی ہیں۔“ اس کے لہجے میں زعم سا آ گیا۔

”اب میں کچھ نیا سن چاہتی ہوں..... تو سنئے بی جان.....“ وہ پوری طرح سے ان کی جانب متوجہ ہو گئیں۔

”ایک ہوتا ہے خوبصورت خوش پوش نوجوان.....“

”پرے ہنول کی.....؟“ بی جان نے ہزاری سے کہتے سچ میں ہی اس کی بات کاٹ دی۔

”ایک اخبار تو پڑھ کر سنائیں جاتا چلی ہیں کہانی سنائے۔“

”افوہ بی جان۔“ ماہی جھلا گئی۔

”کہانی میں اور اخبار میں بڑا فرق ہوتا ہے اخبار تو دیکھ کر ہی مجھے نیند آنے لگتی ہے اور.....“

”اور بی جان۔“ فضا ایک بار پھر سچ میں بول پڑی۔

”یہ کہتی ہے..... اخبار میں اتنے مشکل مشکل الفاظ ہوتے ہیں مجھے تو ان کے سچے ہی ٹھیک سے پڑھنے نہیں آتے مطلب کیا خاک آئے گا۔“

”کیا.....؟“ بی جان تو اچھل ہی پڑیں فضا کے اس انکشاف پر۔

”اسے اردو پڑھنی بھی نہیں آتی۔“

”اوہ ماہی گاڈ۔“ ماہی سر تھام کر بیٹھ گئی۔

”فسادی..... تمہیں تو میں چھوڑوں گی نہیں۔“ اس نے دانت پیستے ہوئے فضا کو دیکھا جو منہ چھپائے ہنسنے لگی تھی۔

”اسے منجے اسکولوں اور کالجوں کی فیسیں کیا تمہارے باوا اس دن کے لئے بھرتے تھے ان بارہ تیرہ سالوں کی بڑھائی میں تمہیں ایک اخبار پڑھنا نہیں آیا آگے کیا خاک باپ کا نام روشن کر دوں گی۔“ بی جان غصے سے بولے جارہی تھیں اور ماہی پہلو پہ پہلو بدل رہی تھی۔

”ایک وہ ڈاکٹری صلیب ہے ڈاکٹری پڑھ رہی ہے مگر زلزلہ زکام کا علاج کرنا نہیں آیا ہمارا..... سرور کے لہجہ

کوئی دوا تشخیص کرنے سے پہلے ڈاکٹر کا نسخہ درکار ہوگا اسے۔ ان کا اشارہ زویا کی طرف تھا۔

”لیکن بی جان! وہ تو ابھی صرف میڈیکل کے دوسرے سال میں ہے۔“ ثمن نے فوراً زویا کا دفاع کیا۔

”اور کیا بی جان؟“ مایہ بھی موقع پاتے ہی بول پڑی۔

”یہ فضا تو بیکواس کر رہی ہے، مجھے اخبار پڑھنا آتا ہے قسم سے اور دیکھئے گاکل سے روز میں ہی آپ کو اخبار پڑھ کے سنایا کروں گی۔“ نہ چاہتے ہوئے بھی صرف بی جان پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اسے اردو پڑھنی آتی ہے اس نے یہ بورڈ ممداری اٹھانے کی بامی بھری تھی حالانکہ یہ کام صبح ہی صبح جاگنگ سے واپس آنے کے بعد شہر وڑ کیا کرتا تھا۔

”رہنے دو..... کچھ آتا جاتا تو ہے نہیں خبر کچھ کی کچھ بنا دو گی اپنی نا سبھی کے باعث۔“ بی جان پوری طرح فضا کی بات کو بچ مان چکی تھیں۔

مایہ نے ایک بار پھر جرجی بھر کے فضا کو گالیاں دیں اسی وقت امی کمرے میں داخل ہوئی تھیں کل ماموں کی فیملی زمین کی شادی کی تاریخ رکھنے آنے والی تھی کیونکہ زمین نے بہو بن کر انہی کے گھر جانا تھا امی اس سلسلے میں بی جان سے بات کرنے آئی تھیں بات کا رخ پلٹا تو مایہ نے شکر کا کلمہ پڑھا۔ اپنی جان چھوٹنے ہی اس کی توجہ ثمن کی طرف ہوئی تھی۔

”تیم کیا کر رہی ہو اتنی دیر سے..... موبائل کے بٹن بھی گھسا دیئے اور اپنی انگلیاں بھی۔“

”بائیں کر رہی ہوں کا شان سے۔“ اس نے ایک شرٹ ملی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے منگیتر کا نام لیا جو کہ اس کا خالہ زاد بھی تھا۔

”اوہو..... تو یہ مزے ہیں جناب کے۔“ مایہ نے معنی خیزی سے سر ہلایا۔

”بی جان کو بتا کر تمہاری شامت بلاؤں ابھی..... کیسے بے شرمی سے اپنے ہونے والے شوہر سے باتیں کر رہی ہو بذریعہ ایس ایم ایس۔“

”فارگا ڈسک۔“ ثمن نے گھبرا کر ہاتھ جوڑے۔

”کیوں نیا ڈوبنے پر تلی ہوئی ہو۔“

”تمہاری بہن نے جو میری نیا ڈوبی ہے وہ..... مایہ نے جل کر کہا۔

”تو اس کی کوئی کمزوری پکڑ داناں! مجھ سے جاری نے تمہارا کیا لگا ڈا ہے۔“ ثمن نے کچھ ایسی مسکین سے کہا کہ مایہ کو پکڑی آگئی امی بی جان سے ڈسکشن کر کے جا چکی تھیں کہ باہر سے شہر وڑ کی باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔

”شہر وڑ اس وقت نیچے کیا کر رہا ہے۔“ مایہ حیرت سے بڑبڑائی ابھی اس کی حیرت کم نہیں ہوئی تھی کہ وہ اندر داخل ہوا۔

”ارے شہر وڑ! تم ابھی تک سوئے نہیں بیٹا.....؟“ بی جان نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

”نہیں اماں..... کمپیوٹر پر کام کر رہا تھا کچھ..... دوست کا فون آیا تو بیٹری لو ہونے کی وجہ سے بیچ میں ہی سیل آف ہو گیا۔“ انہیں تفصیل بتاتے ہوئے وہ اس کی طرف پلٹا۔

”میرے موبائل کا چارج کہاں رکھ دیا ہے تم نے.....؟“ اس نے یہ سوال پوچھ کر گویا اپنے یہاں آنے کی وجہ بھی جتنا دی مایہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

بلو جیز اور وائٹ بنیان میں اس کا دراز قد اور کسرتی جسم اور بھی نمایاں تھا اس کے سونے کی سی رنگت اس کے

خوبصورت پرتمکنت خدو خال باوامی آنکھوں میں ہلکی ہلکی ابھرتی سرخی وہ کسی یونانی دیو مالائی داستان کا کوئی دیوتا معلوم ہوتا تھا جو مجسم روپ دھار کر سامنے آکھڑا ہوا ہو۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو..... میں تم سے اپنے چارجر کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔“ اس کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وہ چڑ گیا۔

”ایک تو اماں بیڑ کی بھی ناں! جب بھی میرے کمرے میں آتی ہے چیزیں الٹ پلٹ کر رکھ دیتی ہے۔“ شہر وڑ کی اس بات نے تو اسے ساگ کر رکھ دیا۔ کچھ دیر پہلے اسے دیکھتے ہوئے جو خود فراموشی کی کیفیت اس پر طاری ہوئی تھی اب اس کی جگہ غصے نے لے لی۔

”مطلب کیا ہے آپ کا.....؟ میں آپ کی چیزیں الٹ پلٹ کر رکھتی ہوں ارے آپ کو تو میرا احسان مند ہونا چاہئے جس دن میں آپ کے کمرے کی صفائی نہ کروں ناں..... اس دن ایسا ہوتا ہے اور آج بھی آپ کے ذلیل کرنے کے بعد میں نے آپ کے کمرے میں قدم بھی نہیں رکھا مجھے نہیں پتا..... آپ کا چارجر کہاں ہے.....؟ اور خدا کرے کہ کبھی بھی نہ ملے..... میں اعنت بھیجتی ہوں آپ کے چارجر پر بھی اور آپ کے کمرے پر بھی۔“ اپنے دل کی بھڑاس نکال کر وہ خاموش ہوئی تو سب اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔ سب سے زیادہ ابھمن شہر وڑ کی آنکھوں میں تیر رہی تھی۔

”شرم و جیا گھول کر پی گئی ہو مایہ۔“ بی جان نے حیرت کے جھٹکے سے خود کو جلدی سے سنبھال لیا تھا۔

”اور تو کوئی سلیقہ ہے نہیں اب کیا بولنے کا ڈھنگ بھی، بھوتی جا رہی ہو..... آئی کہاں سے تمہارے منہ میں

یہ گز بھڑ بان۔“

”رہنے دیجئے اماں! اس کی ذہنی حالت مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگتی۔“ ہلکی سی مسکراہٹ سے کہتا وہ مزید اس کی جان جلا گیا اور مایہ پر سختی باہر نکل آئی تھی۔ اپنے کمرے میں آکر بھی وہ سوچ رہی تھی لیکن خبر کوئی بات نہیں تھیں نے بھی تو دل کا غبار نکال ہی لیا ناں! بس بہت کچھ کی میں اس کا لحاظ..... اب اگر یہ مجھے ایک سائے کا توبہ ملے اسے میری بھی سختی پڑے گی۔ میں بھی کسی کا ادھار رکھنے والوں میں سے نہیں ہوں دماغ ٹھکانے نہ لگادیا تو میرا نام بھی ماہین اختیار نہیں منہ پر تکرر کرتے اس نے خود سے عہد کیا تھا۔

صبح اس کی آنکھ خاصی دیر سے کھلی تھی بلکہ اب بھی نہ کھلتی اگر امی نے اس پر سے کھیل کھینچ کر پانی پھینکنے کی دھمکی نہ دی ہوتی اس سے پہلے کہ وہ واقعی اپنی دھمکی پر عمل درآمد کر گزرتیں اس نے جلدی سے بستر چھوڑ کر واش روم کا رخ کیا تھا منہ ہاتھ دھو کر وہ پین میں آئی تو وہاں تانی جی کے ساتھ زویا کو بھی موجود پایا۔

”کیا بات ہے مستقبل کی ڈاکٹر صاحبہ! سنبھال رہی ہیں۔“ پچن نیل کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اس نے با آواز بلند کہا۔

”یہ صرف ڈاکٹر ہی نہیں مستقبل کی بیوی اور بہو بھی ہے وہ بھی سفینہ جیسی عورت کی جو کبھی بھی ملازمہ رکھنے کی قابل نہیں رہی۔“ تانی نے اپنی نند یعنی ان کی چھپو کا نام لیا جن کے بیٹے سیف سے زویا کا رشتہ طے ہو چکا تھا۔

”جی ہاں..... ہمارے خاندان میں دو ہی تو چیزیں مشہور ہیں چھپو کی..... ایک ان کی دولت اور دوسری ان کی کنبھو۔“ مایہ نے جس بے نیازی سے کہا زویا بے اختیار ہنس پڑی تانی نے بنا کچھ کہے تنہی لگا ہوں سے اسے گھورا تھا۔

”تو کیا تانی جی! احتیاج ہونے کے باوجود اپنی سہولت کے لئے کوئی ملازمہ تک نہ رکھے ایسا انسان کنبھو ہی ہوا

ناں۔ وہ اپنی بات پر بضد تھی۔

”بات سمجھ ہی نہیں ہے مافیہ..... ہر کوئی ملازموں کے کام سے مطمئن نہیں ہوتا اور کسی کے نزدیک وہ قابل بھروسہ نہیں ہوتے“ پھر آج کل جو حالات ہیں ان میں تو انسان اپنے سامنے سے بھی محتاط رہتا ہے کہ کسی انجان بندے کو گھر کے اندر تک رسائی دے دی جائے وہ بھی بغیر چھان بین کے۔ تائی نے اس کے سامنے ناشتہ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

”میں تو ان باتوں میں پڑنے کی قائل ہی نہیں ہوں ملازم رکھتے وقت بھلا کیسی چھان بین..... گھر کا کام ہی تو کروانا ہوتا ہے..... کون سا بیٹی دینی ہوتی ہے کسی کو؟“ سلاٹس کترتے ہوئے اس کے انداز میں لاپرواہی تھی۔

”اور..... یہ اندھا بنائے یہاں سے..... میں نہیں کھا رہی۔“

”انڈے سے یاد آیا..... تائی جی پیاز کاٹ لوں آلیٹ کے لئے۔“ زویا نے ان سے پوچھا۔

”نہیں رہنے دو..... شہر ذرا کہاں کھا تا ہے انڈا..... اسے تو انڈے کی مہک تک سے چڑ ہے۔“ تائی نے منع کر دیا۔

زویا نے ایک جتنائی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی۔

”مافیہ! تم ناشتہ کرو پھر شہر کو بھی دے آنا۔“ وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ تائی کو اس کی شکل دیکھ کر کوئی کام یا د کیوں نہیں آیا چاہے کا ایک بڑا سا گھونٹ بجائے حلق سے اترنے کے اسے کھانسنے پر مجبور کر گیا تھا وہ اب خود کو کوس رہی تھی اور تائی نے اس کی جگت پر سر پکڑ لیا تھا۔

”کیا ضرورت تھی اتنی جلدی جلدی چائے پینے کی کہیں بھاگی تھوڑی جا رہی تھی ایک سانس میں تو پانی بھی نہیں پینا چاہئے اور تم نے چائے چڑھائی۔“

”تائی میں ٹھیک ہوں۔“ بمشکل اپنی کھانسی روکتے ہوئے اس نے کہا۔

”چلو اٹھا ہے..... اب جلدی سے شہر وڑ کو چائے دے آؤ نہیں تو پھر وہ غصہ کرے گا۔“ زویا کے چہرے پر دہنی دہنی مسکراہٹ تھی وہ مافیہ کی کیفیت سمجھ گئی تھی۔

”پلیز تائی..... ازویا سے کہہ دیجئے ناں۔“ اس کے لہجے میں التجا تھی۔

”سوری.....“ زویا نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے صاف انکار کر دیا۔

”میں تو نہانے جا رہی ہوں پہلے ہی یہاں کھڑے کھڑے حالت خراب ہو گئی ہے۔“

”تمہیں اوپر جانے میں کیا مسئلہ ہے مافیہ.....؟“ تائی نے کچھ حیرت سے پوچھا تو وہ ہنسا لگی۔

”کوئی مسئلہ نہیں تائی! اس ڈراہیروں میں درد تھا۔ ایک بھونڈا سا بہانہ بناتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔“

”لو..... جوانی میں تمہارا یہ حال ہے تو ہماری عمر تک پہنچتے پہنچتے تو تم بالکل ہی ڈھے جاؤ گی۔“ تائی نے اسے ٹرے پکڑائی۔

”آپ کی عمر تک پہنچوں گی تب ناں..... مجھے تو لگتا ہے میں اس سے پہلے ہی اوپر نیچے کے چکر کاٹ کاٹ کر فوت ہو جاؤں گی۔“ دل ہی دل میں بڑبڑاتی وہ اوپر چلی آئی شہر وڑ کو بھی اس نے خوب ہی کوسنے دیے تھے۔

”شہر وڑ کا کمرہ ڈراہٹ کر تھا ہال سے گزرتے اس کی نظر اچانک ہی سینئر ٹیل پر رکھ ڈال گھسٹ پر پڑی۔

”اوہ لگتا ہے..... اقراء لانی ہے اپنی کسی فریڈ سے..... آ کر دیکھتی ہوں۔“ اس نے سوچا اور آگے بڑھ گئی۔ اپنی دھن میں گن وہ کمرے سے نکلنے والے شہر وڑ کو بھی نہیں دیکھ پائی تھی ایک زوردار تصادم ہوا اس کے منہ سے نکلنے والی بے ساختہ چیخ برتنوں کی کھٹکناہٹ یہ کیا کم شور تھا کہ وہ بھی اس پر چلا اٹھا۔

”حق لڑکی، کبھی تو کوئی کام ڈھنگ سے کر لیا کرو ایک تو ناشتہ لانے میں اتنی دیر کر دی اور اب ناشتہ لاتے ہی اسے میرے منہ پر دے مارا۔“

”میں نے اسے آپ کے منہ پر نہیں مارا۔“ وہ توبہ ہی تو گئی اس الزام پر تائی سستیں تو کیا کہتیں۔

”اور منہ پر مارنا کسے کہتے ہیں جو تھوڑی بہت سر رہ گئی ہے وہ اب پوری کر لو تمہارے دل میں کوئی ارمان نہ رہ جائے۔“ شدید غصے سے اس کی سنہری رنگت سرخ پڑ گئی تھی۔

”لے کے کپڑوں کا حشر کرو یا۔“ اس نے اپنی اسکانی بلیو شرٹ پر نظر ڈالی جس پر جوس جا بجا نقش و نگار بنا چکا تھا۔ مافیہ نے اس کی طرف نہیں دیکھا وہ برتن سمیٹنے میں لگی ہوئی تھی ٹوٹے ہوئے گلاس کے ٹکڑے اٹھاتے ہوئے اس نے جو بھی نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور اس کی شرٹ کی حالت دیکھ کر شکل کھٹی روکی۔

”اب ان برتنوں کی جان چھوڑو..... اور چل کر میرے لئے دوسری شرٹ بریس کر دو پلیز.....“ اس نے ہاتھ جوڑے تھے مافیہ بالآخر اس پر ترس کھاتے کھڑی ہو گئی تھی وہ دوبارہ اپنے کمرے کی طرف پلٹ گیا تھا اور مافیہ ابھی ایک قدم ہی چلی ہوگی کہ کسی نوکیلی چیز کے پیر میں جھپٹے ہی اس کے منہ سے سکاری نکل گئی، پھر بجائے پیٹھ کے پیر چپک کرنے کے اس نے پھر سے وہی پیر زمین پر دھرنے کی حماقت کر ڈالی اور اب کے بار مافیہ اپنی چیخ روک نہیں پائی۔

”کیا ہوا.....؟“ شہر وڑ ہنسنے لگا اس کے پاس چلا آیا۔

”میرا اچھا.....“ تائی سے ہونٹوں کو بچھتے وہ ایک ٹانگ پر کھڑی اپنے دوسرے پیر کو دیکھنے کی ناکام سی کوشش کر رہی تھی۔

”سمجھ میں نہیں آتا تم ہو کیا چیز..... بیٹھو۔“ جھنجھلاہٹ سے کہتے ہوئے شہر وڑ نے اسے بازو سے پکڑ کر بٹھایا اور خود بھی اس کے قریب پیٹوں کے بل بیٹھ کر اس کا پیر دیکھنے لگا۔ شیشے کا انتہائی نوکیلا اور باریک نگار اس کے ٹوکے کی نرم جلد میں کافی گہرائی تک چلا گیا تھا فی الحال تو خون نہیں بہہ رہا تھا لیکن شہر وڑ جانتا تھا اسے نکالنے کی کوشش میں خون کا ایک فوارہ سا پھوٹ پڑے گا۔

”یہ کافی گہرائی تک چلا گیا ہے۔“ شہر وڑ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں اسے نکالنے لگا ہوں..... ضبط کر لیتا.....“ اس کے خبردار کرنے والے انداز پر مافیہ لرز گئی۔

”نہیں..... نہیں پلیز..... اسے مت نکالے گا۔“

”ارے تو کیا ساری زندگی اسے ساتھ لے کر پھرو گی۔“ اس کی آنکھوں میں حیرت ابھر آئی پھر وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔

”دیکھو..... زیادہ تکلیف نہیں ہوگی..... میں دھیرے دھیرے نکال لوں گا..... تم یہیں بیٹھی رہو..... میں ابھی آتا ہوں۔“ وہ یہ کہہ کر چلا گیا مافیہ اس سے کچھ پوچھ بھی نہ سکی۔ کچھ دیر بعد وہ فرسٹ ایڈ کس لے کر آ گیا۔

”میں نے سوچا کاچ نکالنے کے بعد اس پر فوراً ہی کچھ لگانا نہ گیا تو کافی خون بہہ جائے گا یہ کاچ بھی تو اتنا بڑا ہے۔“ اس نے بیٹھے ہی وضاحت دی۔

”تم تو خون دیکھ کر رہی ہے ہوش ہو جاؤ گی ہے ناں.....؟“ شہر وڑ نے ہنس کر اسے دیکھا مافیہ کی آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔ شہر وڑ کی وجہ سے وہ ضبط کر رہی تھی ورنہ پیر کے برصی ہوئی تکلیف نے اسے بے حال کر دیا تھا، شہر وڑ نے ہاتھ بڑھا کر وہ شیشہ نکالنا چاہا مافیہ کراہ کر رہ گئی اس کی کراہ سن کر شہر وڑ نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اس

کی شہرنگ آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو اس کے گلابی رخساروں پر ڈھلک آئے تھے۔ وہ اپنے نازک ہونٹ کچل رہی تھی۔ وہ اس لمحے شہروز کی دھڑکنیں سہم گئی تھیں وہ اسے بے خود ہو کر دیکھتا رہ گیا۔ یہ بھول ہی گیا کہ وہ یہاں کس لئے بیٹھا ہے نہ اسے اپنی نگاہوں پر اختیار رہا تھا اور نہ اپنے دل پر۔

”شہروز! مجھے لگتا ہے میرے جسم کا آدھا خون تو آج یہیں بہہ جائے گا اس سے تو اچھا تھا کسی اسپتال میں عطیہ کر دیتی تو اب تو ملتا۔“ پیر سے مسلسل بہتے خون نے مایہ کو بولنے پر مجبور کر دیا۔

”سوری.....“ شہروز نے چونک کر اس کے چہرے سے نظریں ہٹائیں اور ڈیٹول کی بوتل کھول کر اس کے زخم پر انڈیل تھی اس کے چہرے پر اب سنجیدگی چھا چکی تھی اور گہری خوبصورت آنکھوں میں ایک نامعلوم سی کیفیت مایہ کچھ حیران سی ہو گئی تھی اس کے اس طرز عمل پر۔

”مایہ! تم تو یہاں آ کر بیٹھ ہی گئیں، تمہیں تائی نے کیا کہا تھا کہ یہاں کوئی.....“ زویا تیز بولتے ہوئے آئی مگر صورت حال دیکھتے ہی باقی کا جملہ اس کے منہ میں ہی رہ گیا تھا۔

”یہ کیا ہوا.....؟“ وہ تشویش سے پوچھنے لگی۔

”چوت لگ گئی.....؟“ مایہ نے مختصر بتایا۔

”چچ..... چچ..... کافی خون بہہ رہا ہے..... لاؤ میں بینڈیج کر دوں۔“ خون کو دیکھتے ہی زویا کے اندر کی ڈاکٹر بیدار ہو گئی تھی۔

زویا کے جذبات پیش کرتے ہی شہروز اٹھ کھڑا ہوا تھا وہ جلد از جلد یہاں سے چلا جانا چاہتا تھا جہاں مایہ اس کی نظروں کے سامنے نہ ہوتی جہاں وہ ٹھیک سے اپنے دلی کیفیت سمجھ پاتا، وہ بے اختیار اسی حالت بس لمحہ بھر کی ہی تھی لیکن سچ تو یہ تھا کہ اس ایک لمحے نے اسے اندر تک ہلا ڈالا تھا وہ خود کو بہت مضبوط انسان سمجھتا تھا، اپنے دل اور اپنے جذبوں پر مکمل کنٹرول رکھنے والا، پھر آج ایسا کیا ہو گیا، جودل اتنی سرکشی دکھانے پر آمادہ تھا اور شہروز خان زیر ہو گیا، اتنی آسانی سے وہ بھی ماہین کے سامنے جسے دیکھ کر بھی اس کے دل میں کوئی ہلچل نہیں مچتی تھی بلکہ شہروز نے تو شاید کبھی اسے غور سے دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی پھر شہروز کیسے بار گیا، اس معمولی سی لڑکی سے کیسے..... وہ عجیب سی کشش میں تھا، لڑ رہا تھا، خود سے اپنے دل سے..... جہاں ہر گزرتے پل کے ساتھ اس بھیگی آنکھوں اور دکھس چہرے کا نقش گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

☆☆☆

”عبید! تم انتہائی اونچے شائس لگاتے ہو پچھلی بار بھی تم نے چچا جی کے کمرے کی کھڑکی کا شیشہ توڑ دیا تھا، وہ تو شکر ہے چچا جی اس وقت تھے نہیں ورنہ اچھی شامت آتی تھی۔“ وہ اس وقت گہری نیند میں تھا جب لان میں ہور ہے ہنگامے کی آواز اسے جگانے کا سبب بن گئی تھی اس کے کانوں میں پڑی یہ آوازیں یقیناً اقراء ہی کی تھیں لیکن اس کا مخاطب کون تھا، وہ سوئے جاگے ذہن کے ساتھ سوچ رہا تھا اس نے کروٹ بدل کر سامنے لگے وال کلاک میں ناظم دیکھنے کی کوشش کی اور نا کا م رہا، کیونکہ کمرے میں کافی تاریکی تھی کچھ لمحے یونہی ذہن کو بیدار کرنے میں گزر گئے پھر اس نے اٹھ کر کمرے کی لائٹس آن کی تھیں ہاتھوں سے اپنے لائٹ براؤن گھنے ٹکڑے ہوئے بالوں کو سنوارتے اس نے میز کی طرف کھلنے والا ڈور کھولا ایک تازہ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اسے خوش آمدید کہہ گیا، رینگ کے قریب ہو کر شہروز نے نیچے جھانکا تو عبید اور عاصم کو دیکھ کر چونک گیا۔

”اوہ..... تو مہمان آچکے ہیں۔“ ماہین کے ان دونوں کزنز کو کرکٹ کا کمرہ تھا اور یہاں آتے ہی وہ اپنی کزنز

کے ساتھ ساتھ ان کی کزنز کو بھی اس کھیل میں لگا لیتے تھے اور اس وقت بھی نیچے پورے زور و شور سے کرکٹ میچ جاری تھا، شہروز ان کی سرگرمی دیکھ کر جانے کے لئے پلٹنے ہی لگا تھا کہ زویا کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لئے تھے۔

”سنو..... سنو..... اب مایہ کی بینگ ہوگی۔“ اس نے گویا سب کو اطلاع دی تھی۔

”ارے..... لیکن یہ لنگڑی گھوڑی ووڑے کی کیسے.....؟“ مہمن نے مذاق اڑایا تھا۔

”شٹ اپ..... میں بینگ ضرور کروں گی۔“ مایہ کو جوش آ گیا۔

”میرے لئے رنگ عبید کرے گا، کیوں عبید؟ کرو گے ناں۔“ اس نے لہجے میں کچھ التجا سمونئی تھی جو عبید پر اثر کر رہی تھی۔

”پلیز! گیند صحیح سے کرانا..... کم از کم ایک چوکا تو لگا ہی دوں۔“ کاسنی رنگ کے پریکٹس سوٹ میں دوپٹا ایک طرف کو باندھے، براؤن بالوں کو چوٹی میں قید کئے وہ بیٹ باتھ میں پکڑے کھڑی تھی سونے کی تاروں جیسی چند شراتیں لٹیں بار بار اس کا چہرہ چومیں جنہیں وہ کانوں کے پیچھے اٹرس دیتی۔

شہروز یک ٹک اسے دیکھ جا رہا تھا، اپنی صبح والی بے اختیار کولہاتی کیفیت کا نام وے کر اس نے خود کو بہلانے کی بہت کوشش کی تھی، مگر اب..... اب اسے دیکھ کر دل کیوں سوداںی ہوا جا رہا تھا اور نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹنے سے انکاری ہو گئی تھیں وہ اضطراب سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔

”کیا پریشانی مولی لے لی ہے میں نے بیٹھے بٹھائے۔“ ایک عجیب سی بے بسی نے اسے گھیرے میں لے لیا تھا۔

”اے ایسی گیندھی..... مایہ اچانک چلائی۔

”دیکھو اگر میں آؤں تو ہو گئی ناں تو میں نہیں مانوں گی۔“

”گیند تو صحیح ہی کرائی جاتی ہے جب تمہیں اسے بلا دکھانا ہی نہیں آتا تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔“ فضا کو بھی غصہ آ گیا۔

”ہاں..... تو جیسے آئے گا ویسے ہی کروں گی ناں..... میں کوئی یونس خان تھوڑی ہوں۔“

”تم اور یونس خان..... شکل دیکھی ہے اپنی۔“ اب گیند فضا نے لے لی تھی۔ شہروز کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد اپنے کمرے میں چلا آیا۔

☆☆☆

”آپ لوگ شہروز کی مگنی کب کر رہے ہیں..... کوئی لڑکی وڑکی دیکھی یا نہیں۔“ ہال میں سبھی خواتین محفل جمائے بیٹھی تھیں جب زمین کی بڑی ہنذاشتاں نے یہ بات چھیڑی۔

”فی الحال تو کوئی نہیں۔“ ستائی جی نے جواب دیا۔

”میں تو ہمیشہ سے یہی کہتی آ رہی ہوں کہ شہروز اپنے لئے خود لڑکی پسند کرے گا، اس کا مزاج دیکھتے ہوئے میں اس ذمہ داری سے پیچھے ہٹ گئی ہوں زندگی بھر کا معاملہ ہے، کل کلاں کو کوئی بات ہو گئی تو میں مورد الزام ٹھہرائی جاؤں گی۔“

”کمال ہے آئی۔“ افشاں کے انداز میں حیرت تھی۔

”ماؤں کو تو کتنا ارمان ہوتا ہے اپنی پسند سے بھولانے کا..... اور آپ کا تو پھر ایک ہی بیٹا ہے پھر بھی آپ اپنے حق سے دستبردار ہو رہی ہیں کافی بڑا دل ہے آپ کا۔“ اس کے لہجے میں ستائش بھی شامل ہو گئی تھی۔

”کوئی نہیں..... یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔“ بی جان بول اٹھیں۔

”ابھی اگر واقعی شہروز نے اپنے لئے کوئی لڑکی پسند کر لی تو سب سے پہلے مخالفت میں اٹھ کھڑی ہوں گی“ اتنا آسان نہیں ہوتا بیٹے کی پسند کو اپنی پسند بنانا۔ ان کی اس بات پر سبھی کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی تھی، وہ صاف اور سچی بات کرنے کی عادی تھیں اور ایسا کرتے ہوئے کوئی ان سے خوش ہو یا ناراض وہ اس بات کی بالکل پرواہ نہیں کرتی تھیں۔

”یہ اس کے لئے کوئی لڑکی پسند کرے یا نہ کرے..... لیکن اس گھر میں میرے پوتے کی بیوی میری مرضی سے آئے گی اور شہروز کو اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہوگا۔“ ان کا لہجہ مضبوط تھا۔

”تو کیا حالہ جان! کوئی ہے آپ کی نظر میں.....؟“ ثانی کے دل میں چلتا یہ سوال مایہ جی نے پوچھ لیا۔

”ہاں بس سفینہ اسلام آباد سے آجائے تو..... منگنی کا سوچا ہے میں نے۔“ انہوں نے جس یقین کے ساتھ جواب دیا سب کا چونک پڑنا لازم تھا ثانی تو ابھی خاصی بے چین ہو گئی تھیں۔

”یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں اماں..... کیا آپ بھول گئیں کہ آپ کی سفینہ بیٹی کی کوئی بیٹی نہیں ہے۔“ چھوٹی چچی نے الجھ کر یہ سوال کر ہی لیا جو کہ کافی احقانہ سا تھا لیکن اس کا احساس انہیں بعد میں ہوا۔

”کیا گھٹ! تم تو اس عمر میں ٹھیک گئی ہو۔“ بی جان کو غصہ آ گیا۔

”میں نے یہ کب کہا کہ میں سفینہ کی کسی بیٹی سے شہروز کی منگنی کروانے جارہی ہوں میں تو یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ سیف اور زویا کی منگنی کے ساتھ شہروز کی بھی منگنی کرویں گے..... ہاں..... لڑکی کا نام میں ابھی نہیں بتاؤں گی۔“ ان کی اس وضاحت کے بعد کسی کو مزید کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی، لیکن ثانی کی کافی بے کف تھیں کہ بی جان نے ان کے بیٹے کے لئے لڑکی پسند کر لی اور انہیں اس بات کی خبر ہی نہیں..... بھلا وہ کون لڑکی ہو سکتی ہے وہ پوچھنا تو چاہ رہی تھیں لیکن بی جان سے کچھ پوچھتے ہوئے ڈر بھی لگ رہا تھا سوانہوں نے یہ بات پھر بھی پڑا ل دی۔

”سنو! میرے پاس ایک زبردست نیوز ہے تم لوگوں کو سنانے کے لئے۔“ مایہ پکھڑ پہلے ہی بی جان کی باتیں سن چکی تھیں اور اب انہیں سنانے کے لئے بے چین ہو رہی تھی۔ کرکٹ کھیلنے کے بعد جس میں انہیں خاصی بد مزگی بلکہ جھگڑا ہو گیا تھا فضا اور مایہ میں اب وہ لوگ سنانے کے لئے برآمدے میں آ بیٹھے تھے زویا اور شرن تو فوراً ہی متوجہ ہو گئیں مایہ کی جانب لیکن فضا ”تیرے مست مست دو نین“ پر سر دھنتے ہوئے ارد گرد سے کافی بے نیازی۔

”بند کرو یہ بکو اس گانا..... سننا ہی ہے تو کم از کم ڈھنگ کا میوزک تو سنو۔“ اس پر اپنی بات کا کوئی اثر نہ دیکھ کر مایہ نے اس کے ہاتھ سے سیل فون چھینا، جس پر فضا نے کافی خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔

”خبردار..... جو اس گانے کو بکو اس کہتا تو..... تمہارا اپنی پسند کے بارے میں کیا خیال ہے زمانے بھر کی بد ذوق۔“

”بہت اعلیٰ ہے۔“ وہ مسکرائی۔

”اس دنیا میں دوستی تو سنگرز ہیں سننے کے لائق ایک تو ہے ہمیشہ ریشمیا اور دوسرا ہے.....“

”دلیر مہدی۔“ زویا نے اس کی بات مکمل کرتے ہوئے ایک قہقہہ لگایا، وہ چپ گئی۔

”میں عدنان سبج کی بات کر رہی تھی یہ دلیر مہدی سبج میں کہاں سے پک پڑا۔“

”تمہاری طرح تمہاری پسند بھی عجیب ہے مایہ..... میں نے سوچا جب تم ہمیشہ ریشمیا کو پسند کر سکتی ہو تو پھر دلیر مہدی میں کیا برائی ہے۔“ زویا ہنس رہی تھی۔

”ارے دفع کرو ناں ان سنگرز کو..... اسے کہنے دو تم کون سی نیوز سنانے جارہی تھی۔“ شرن ان کی بحث سے بے

زار ہو کر اس سے مخاطب ہوئی۔

”ہاں! کیا بات ہے۔“

”بہت خاص بات ہے..... میرا مطلب ہے تم لوگ سنو گی تو اچھل پڑو گی۔“ اسے نیوز سنانے سے زیادہ سسپنس پھیلانے میں دلچسپی تھی شاید۔

”ہم اچھلیں گریں یا سہیں..... تم پھوٹو منہ سے، ابھی اگر کوئی کسی کام کا کہنے آ گیا ناں تو سارا سسپنس یہیں دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔“ فضا غصے سے کبھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

”اچھا سنو۔“ وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔

”بی جان نے شہروز کے لئے کوئی لڑکی پسند کر لی ہے اور وہ سیف اور زویا کی منگنی کے ساتھ اس کی منگنی کا بھی پروگرام بنائے بیٹھی ہیں۔“ اس نے اپنی بات ختم کر کے ان کی طرف دیکھا۔

”یہ نا جہرت کی بات۔“

”بالکل نہیں۔“ شرن نے بے نیازی سے کہا۔

”بلکہ اس میں تو بتانے والی کوئی بات ہی نہیں ہے، سبھی جانتے ہیں شہروز بی جان کو کتنا مانتا ہے وہ ان کی کوئی بات ناں ہی نہیں سکتا اور مجھے یقین ہے بی جان جس لڑکی کی بات کر رہی ہیں وہ تم ہو جس تو تصویریں تمہیں دہن بنے شہروز کے پہلو میں بھی بیٹھا ہوا دیکھ چکی ہوں۔“ اپنی دھن میں بولتے شرن نے مایہ کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا جو اس کی باتوں پر پیکا پڑ چکا تھا۔

”پلیز شرن! فضول بولنے سے گریز کرو، تمہیں کیا پتہ بی جان کے دل کی بات جو ایسے انٹینٹ دے رہی ہو۔“

زویا نے مایہ کی حالت نوٹ کر لی تھی اور مایہ نے اس دن بالکل ٹھیک کہا تھا، کہاں وہ اور کہاں شہروز، وہ تو اتنا ابرو

کھینٹ ہے کسی سے سیدھے من بات تک نہیں کرتا پھر مایہ کے ساتھ اس کی کیسے نہ سکتی ہے اس کی ظاہری شخصیت کی تمام تر اچھائیاں ایک طرف لیکن اگر وہ مایہ سے پیار نہیں کرتا تو مایہ اس کے لئے ہرگز نہیں ہے۔

”ٹھیک ہے..... تمہاری بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہے لیکن میں مایہ سے پوچھتی ہوں کیا تمہیں واقعی شہروز میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوتی۔“ شرن اس موضوع سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں تھی۔

”بالکل نہیں۔“ مایہ ساٹ لہجے میں بولی۔

”تمہیں اگر وہ کسی ریاست کا شہزادہ لگتا ہے تو میری بلا سے میں تو اسے کوہ قاف کے کسی دیو سے کم نہیں سمجھتی اور اس سے شادی کے لئے بھی وہ جس کی کوئی چیز مل ہی بہتر رہے گی جو اس کا دماغ درست کر سکے۔“ اس نے کافی جل کر اپنے خیالات بیان کئے تھے۔

”تم نے بالکل ٹھیک کہا مایہ۔“ وہ نجانے کب وہاں آ گیا تھا اور اب جس طرح اس کے قریب آ کر اس نے اچانک سے یہ جملہ کہا مایہ تو اچھل پڑی تھی۔ بلیک جینز اور فنان ٹکری شرٹ میں اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ وہ اس پر اپنی سحر آ نکھیں جمائے کھڑا تھا۔

”میرے لئے کوئی چیز مل ہی ٹھیک رہی گی لیکن اس کے لئے کوہ قاف جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ چڑیل تو تمہیں یہاں بھی مل جائے گی، بس آئیے میں خود کو ایک بار ذرا غور سے دیکھ لیتا۔“ گہرے لہجے میں کہتے وہ چند لمبے اسکرپٹ آنکھوں میں سوتا ہوا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے باہر نکلتا چلا گیا تھا پیچھے مایہ اس کی بات کی گہرائی کو سمجھنے بغیر خود کو ان ڈائریکٹریں چڑیل کہے جانے پر تاملانی رہ گئی۔

شہروز نے بلا خرابی شکست تسلیم کر لی تھی، اور کیسے نہ کرتا، مانی کی محبت تو ہرگز رتے دن کے ساتھ اس کے دل میں اپنی جڑیں گہری کرتی چلی جا رہی تھی، دل و دماغ سے لپٹا اس کا خیال شہروز کا چین و سکون حرام کر گیا تھا، وہ چاہتا بھی تو بھی اس حقیقت سے نظریں نہیں چڑا سکتا تھا کہ مابین افتخار دھیرے دھیرے اس کی زندگی بنی جا رہی ہے، بہت سوچنے کے بعد شہروز کو اپنی بے قراری کا حاصل یہی نظر آیا کہ وہ مانی سے اپنے سارے جذبات کہہ ڈالے اس کا رُغل کچھ بھی ہوتا، لیکن کم از کم شہروز کے دل میں لگی آگ تو کچھ کم ہو پائی۔

اس دن وہ یونیورسٹی جانے کے لئے نیچے آیا تو وائٹ یونیفارم میں لمبوس سادہ سی چوٹی بنائے وہ غالباً کالج جانے کے لئے تیار کھڑی تھی۔

”کیا مصیبت ہے ایک تو پہلے ہی اتنی دیر ہو گئی ہے اب پتا نہیں بس بھی ملے گی یا نہیں“ آپ لوگوں کی مہربانی سے میں سبھی بھی وقت پر کالج نہیں پہنچ پاؤں گی۔

”ہماری وجہ سے کیوں.....؟ بستر سے اٹھنے کا خود دل نہیں چاہتا اور اب الزام ہمارے اوپر۔“ نرین کو کافی غصہ آیا اس کی بات پر وہ اس وقت ٹی وی پر ایک مارنگ شو لگا دینے لگی تھی۔

”اگر تم کالج جانے کے لئے لیٹ ہو رہی ہو تو میں تمہیں ڈراپ کر دوں۔“ شہروز نے اسے اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے آفری۔ وہ پہلے تو چونکی پھر بے تحاشا حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

”آپ..... آپ..... مجھے کالج ڈراپ کریں گے.....؟“ وہ بے یقینی سی تھی..... اس کی آنکھوں میں جھللاتے شام کے سے سنبھلے پن میں شہروز کو اچانک دل ڈوبتا محسوس ہوا۔

”کیوں.....؟ تمہیں کوئی پراپلم ہے میرے ساتھ جانے میں“ شہروز نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

”ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔“ مانی جلدی سے بولی کہ کہیں شہروز اپنا ارادہ نہ بدل لے۔

”میں تو بالکل تیار ہوں..... چلیے۔“ شہروز سے وہ لاکھ خار کھائے لیکن اب اگر اس کی وجہ سے اسے کوئی سہولت مل رہی تھی تو اسے لینے میں کیا مضائقہ تھا۔

”ٹھیک ہے..... تم گاڑی میں جا کر بیٹھو..... میں اماں سے مل کر آ رہا ہوں۔“ شہروز نے بی جان کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔

”او خدا یا! مانی نے سر تقام لیا“ آج تو میرا آدھا دن نہیں گزر گیا۔“

”ایک تو مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی مانی۔“ نرین نے اسے گھورا۔

”خود تو ادب و آداب سے بے بہرہ ہو ہی جاتی ہو کہ دوسرے بھی ویسے ہی بن جائیں، گھر سے نکلے وقت اگر بزرگوں کی دعا میں لے لی جائیں تو دن اچھا گزرتا ہے، اور شہروز بھی وہی کر رہا ہے۔“

”اسے دیکھ کر تو نہیں گلتا کہ اسے کسی کی دعاؤں کی ضرورت ہوگی۔“ وہ اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے بے نیازی سے بولی۔

”خیر..... اب اس بات پر آپ دوبارہ میری کلاس مت لینے لگ جائیے گا، میں جا رہی ہوں، خدا حافظ۔“ غلٹ بھرے انداز میں کہتے وہ نرین کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی باہر نکل آئی تھی۔ اس کے گاڑی میں بیٹھنے کے کچھ ہی دیر بعد شہروز بھی آ گیا تھا۔

”آپ کو یہ خیال کیوں آیا کہ آج آپ مجھے کالج چھوڑ دیں۔“ گاڑی کے سڑک پر آتے ہی مانی خود کو یہ سوال کرنے سے نہیں روک پائی۔

”اب آپ یہ بہانہ تو نہیں بنائیں گے کہ میں لیٹ ہو رہی تھی، کیونکہ آپ کو اس کی کبھی پرواہ نہیں رہی، میں کالج لیٹ پہنچوں یا سرے سے پہنچوں ہی نہیں، اس سے آپ کو کیا سروکار۔“ شہروز کچھ حیران سا ہو گیا، اس کی بات پر اس کا خیال تھا کہ مانی نے اس بات کو نوٹ نہیں کیا ہوگا، کیونکہ وہ بظاہر اتنی ہی بے نیازی لگتی تھی کہ اس پر ایسی چھوٹی موٹی باتوں کا براہ راست اثر پڑنا، مشکل سادہ کھائی دیتا تھا۔

”کمال ہے تم نے اس بات کو محسوس کر لیا۔“ اس کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ آ گئی۔

”کیسے نہ کرنی، ایسے تاریخی لمحے زندگی میں بار بار تھوڑی آتے ہیں۔“ اس کا لہجہ استہزا سیہ تھا۔

”لیکن آپ بتانا پسند کریں گے کہ آپ نے آج یہ مہربانی کی کیسے تاکہ میری ذہنی الجھن دور ہو سکے۔“

”ضروری نہیں کہ ہر کام کے پیچھے انسان کی کوئی غرض ہی شامل ہو، کچھ کام دل کے کہنے پر بھی کر لینے چاہئیں، کیوں.....؟“ اس کی اس معنی خیز بات نے اسے غصہ کا دیا۔

”کیا مطلب.....؟“ ایک تو وہ پہلی بار شہروز کے ساتھ اکیلی کہیں جا رہی تھی اس لئے اندر ہی اندر تھوڑی پزل سی تھی اور اس پر شہروز کا الجھا دینے والا رویہ۔

”کچھ نہیں..... یہ بتاؤ نہیں میوزک سے دلچسپی ہے۔“ اس نے اگیدہ بات پلٹی۔

”لیکن ایک تو آپ کی پسند کا مجھے کچھ اندازہ نہیں، اور پھر میرا تو خیال تھا، آپ اپنی پرنسپل کلکیشن ہر ایک کو نہیں سنواتے ہوں گے۔“

”تمہارا خیال بالکل صحیح ہے، لیکن تم میں اور اوروں میں بہت فرق ہے۔“

”کیا فرق ہے مجھ میں اور اوروں میں.....؟“ اپنی کلائی پر بندھی ناؤرک سی وانچ پر نظر ڈالتے اس نے شہروز کی بات سمجھ بغیر بے دھیانی میں سوال دانا تھا۔

”وہ پھر کبھی سمجھاؤں گا شاید تم اس وقت ٹھیک سے نہ سمجھ پاؤ۔“ شہروز نے مسکراہٹ دہاتے ہوئے اسے دیکھا، اپنے براؤن لمبے بالوں کی چوٹی آگے کئے وائٹ ہاف سلیر شوٹ میں اس کے بے داغ اچھے کھڑے روپ سے ایک عجیب سی روشنی پھوٹ رہی تھی اس لمحے اسے والہانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے شہروز کو یہ اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ اس کی نظروں سے کس قدر ترس رہی ہے۔

”تھینک گاڈ..... صبح کے وقت زیادہ ٹریک نہیں ہوتا، درندہ اس نے تو گاڑی کیس ٹھوک دی تھی۔“ وہ دل ہی دل میں جھلاتے ہوئے سوچ رہی تھی، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا آج اسے ہوا کیا ہے اس نے پہلے تو بھی مجھ میں اس قدر دلچسپی نہیں دکھائی، پھر آج مجھ میں اچانک ایسا کیا پینچ ہو گیا کہ جناب کی نظریں ہی مجھ پر سے نہیں ہٹ رہیں، کیا بات ہو سکتی ہے؟ اس کی الجھن بڑھنے لگی، کہیں یہ مجھے ذلیل کرنے کا کوئی نیا طریقہ تو نہیں، ذہن میں اچانک ہی یہ خیال آیا اور دل بیٹھ سا گیا پھر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ الٹا سیدھا سوچتی اگلے ہی پل گاڑی میں شان کی خوبصورت آواز گونجنے لگی۔

”دل نے تم کو چن لیا ہے، تم بھی اس کو چنونا

خواب کوئی دیکھتا ہے، تم بھی سننے بنونا

دل یہ میرا..... تم سے کچھ کہہ رہا ہے سنونا“

مانی کے دل میں بالکل جھج گئی، اس رومینک سونگ کے سونٹ سے میوزک نے ایک عجیب سا سحر انگیز ماحول بنا دیا تھا اور پھر شہروز کے بدلے بدلے تیسرا مانی کچھ نہ سمجھتی تو یقیناً پاگل ہوتی۔

”محبت کے اظہار کے لئے اگر الفاظ ساتھ نہ دیں تو گانا بہترین چوائس ہوتا ہے ناں.....؟“ وہ نجائے اسے
کسا سمجھنا چاہ رہا تھا مانی تو کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی اس کی آنکھوں سے جھلکتی وارفتگی کی تاب نہ لا کر نگاہیں
جھکا گئی اور شہروز کا دل اس کی خمدار پلکوں میں ہی کہیں اچھ کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

”اماں بی نے کہا ہے وہ تمہاری شادی اپنی پسند کی جگہ کریں گی، ٹھیک ہے مجھے کوئی مسئلہ نہیں، لیکن وہ کم از کم مجھے
بتا تو دیتیں کہ وہ کسے میری بہو بنانے جا رہی ہیں۔“ ثانی اپنی پریشانی شہروز کے سامنے لے کر بیٹھ گئی تھیں۔
”آپ نے ان سے پوچھا نہیں ہوگا اور انہوں نے آپ کو بتایا نہیں۔“ کیپیوٹر شٹ ڈاؤن کرتے وہ ان کی
طرف مڑا۔

”انہوں نے مجھے نہیں بتایا تو کیا تم سے کہا کچھ.....؟“ ثانی نے اس سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔
”لیکن آپ فکر مت کریں، اماں میری پسند ناپسند اچھی طرح جانتی ہیں۔“ شہروز نے ایک طرح سے انہیں تسلی دی
تھی، مگر انہیں مزید غصہ آ گیا۔

”یہ کیا بات ہوئی جھلا..... تمہاری پسند ناپسند جاننے کا دعویٰ تو مجھے بھی ہے، لیکن اس کا وجود میرے خریدے
گئے کپڑے اور بریفو مزہم کبھی استعمال نہیں کرتے، صرف اور صرف اپنی پسند کی چیزوں کو ترجیح دیتے ہو یہاں تو پھر
تمہاری پوری زندگی کا معاملہ ہے ایسے کیسے کر لو گے تم ان کی من پسند لڑکی سے شادی۔“ ثانی، شہروز کے اطمینان پر
حیران تھیں۔

”وہو میری بھولی ماں۔“ شہروز نے ان کے قریب آ کر انہیں شانوں سے تھاما۔
”اب اگر پھر میں آپ سے یہ کیوں گا کہ وہ آپ سے زیادہ مجھے جانتی ہیں تو آپ کو غصہ آئے گا، لیکن سچ یہی
ہے کہ اماں میری مرضی جاننے بغیر کبھی کسی لڑکی سے میری شادی کی بات نہیں چلا سکتیں اور انہوں نے اگر میرے
لئے کوئی لڑکی پسند کر رکھی ہے تو وہ یقیناً ایسی ہوگی کہ اسے دیکھ کر میرے پاس اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں
رہے گی۔“ شہروز نے انہیں قائل کرنے کی کوشش کی۔
”ٹھیک ہے..... جب تم ہی کوئی اعتراض نہیں کرو گے تو پھر میں کیوں اماں کے فیصلے کی مخالفت کر کے بری
بنوں۔“ ہلکی سی ناراضی سے کہتے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”شام کی فلائٹ سے سفید آ رہی ہے سیف کے ہمراہ..... کہیں نکل مت جانا۔“ اسے تاکید کرتے وہ دروازے
کی طرف بڑھی ہی تھیں کہ مانی اندر داخل ہوئی۔

”ثانی جی! انسین آئی اور ان کی ساس آئی ہیں، زیادہ دیر نہیں ٹھہریں گی، اس لئے بی جان نے کہا میں آپ کو
بلاؤں۔“ چیونگ چباتے ہوئے اس نے کافی جلدی جلدی میں یہ جملے ادا کئے تھے ثانی جی سر ہلاتے ہوئے باہر نکل
گئیں۔ لیکن مانی کے ٹکٹے سے پہلے ہی شہروز اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

”کہاں جا رہی ہو.....؟“

”جہاں سے آئی تھی۔“ مانی نے سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے اسے دیکھا۔
اڑی رنگت کی چیز اور گرے کمر کی شکلوں سے پر شرٹ میں آستین کہنیوں تک ٹوٹے کئے اس بے حد عام سے حلیے
میں بھی اس کی پر جاذب شخصیت غصہ ڈھار ہو گئی۔

”یہ تمہاری کوئی عمر تو نہیں ہے وہاں جانے کی۔“ اس نے جس انداز سے کہا ماعی پہلے تو کبھی نہیں اور جب

کبھی تو پٹ اٹھی۔

”میں وہاں جانے کی بات نہیں کر رہی ابھی میں نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے۔“
”ہاں واقعی ابھی تو تمہیں بہت کچھ کرنا ہے، میری زندگی سبانی ہے اپنا آپ اپنا پیار مجھے سونپنا ہے، میری محبتیں

میری شدتیں سیکھتے ہیں۔“ جذبول سے پر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے قریب آیا۔
”اور کتنا آزماؤ گی مجھے اور آخر تک۔“ وہ اس کے چہرے کو اپنی سلکتی نظروں کی گرفت میں لئے پوچھ رہا تھا،
ماہی کیسے جواب دیتی وہ تو اس کی نگاہوں سے ہی کھینچنے لگی تھی۔ ایک عجیب سی گھبراہٹ ہونے لگی تھی اسے شہروز کی
قربت سے اس کی آنچ دیتی نظروں سے اس کا دل چاہ رہا تھا کہ بس کسی طرح ہوا میں تحلیل ہو جائے۔

”آپ اس طرح مجھ سے کوئی بھی جواب نہیں پاسکتے۔“ اس نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو پا کر کہا۔
”کیا مطلب.....؟“ وہ حیران ہو گیا۔

”مطلب یہ کہ..... آپ جب بھی مجھ سے ملتے ہیں اپنی محبت جتانے لگتے ہیں آپ نے کبھی بھی اپنے جذبات
ایک طرف رکھ کر سنجیدگی سے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں کیا چاہتی ہوں آپ میرے اتنے قریب مت آیا کیجئے اور
مجھے اس طرح سے دیکھا بھی مت کیجئے آپ نہیں جانتے مجھے کتنی گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔ ایک ہی سانس میں اس
نے اپنے دل کی ساری باتیں کہہ ڈالیں وہ ابھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ جا رہا تھا۔

”آئی ایم سوسوری مجھے تمہاری اس پریشانی کا بالکل بھی اندازہ نہیں تھا اور ایک بار پھر سوری کہ میں اس
معاملے میں تمہاری کوئی مدد بھی نہیں کر سکتا، تم خود سوچو، میں بھلا اپنی آنکھوں کو تمہیں دیکھنے سے کیسے روکوں جو
تمہیں دیکھتے ہی باقی ہر چیز بھول جاتی ہیں۔“ اس کے لہجے سے بے بسی جھلکنے لگی۔ اس کی بات سمجھ کر مانی کچھ
شرمندہ ہی ہو گئی۔

”ٹھیک ہے، آپ کچھ مدت کیجئے میں خود ہی آپ کے سامنے نہیں آیا کروں گی۔“
”اب یہ ظلم بھی مت کرنا۔“ اس کی بادامی آنکھوں میں ابھی بھی اسی کا گلس روشن تھا۔

”میں اماں سے بات کرنے والا ہوں تمہارے بارے میں۔“
”آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔“ مانی نے اس کی بات ختم ہوتے ہی جلدی سے کہا۔

”کیوں.....؟“ اس کی اس کیوں میں حیرت ہی حیرت تھی۔
”بس..... میں ایسا نہیں چاہتی۔“ اس نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔

”کیوں.....؟ تم ایسا کیوں نہیں چاہتیں۔“ شہروز کا تو ذہن جیسے ماؤف ہو چلا تھا۔
”یہ بھلا کیا سوال ہے۔“ مانی چڑنے لگی۔

”میں ایسا نہیں چاہتی کیونکہ..... کیونکہ میں آپ سے پیار ہی نہیں کرتی۔“ آخر میں اس کا لہجہ دھیمسا ہو گیا۔
”تم..... مجھ سے..... پیار نہیں کرتیں۔“ اس نے اپنے ڈولتے ہوئے دل کو بے شکل سنبھالا مانی کے دیئے گئے

جھٹکے سے سنبھلاتا آسان بھی نہیں تھا لیکن شہروز کو اپنے اعصاب پر قابو پانے میں زیادہ مشکل نہیں ہوئی۔
”ہاں..... میں نہیں کرتی ہوں آپ سے پیار..... اب دوبارہ مجھ سے یہ سوال مت پوچھئے گا۔“ جھلاتے ہوئے

لہجے میں کہتی وہ مزید اس کی کوئی بات نہ بنے بغیر پیچھے چلی آئی تھی۔
(جاری ہے)

نور اللہ

زمین کی شادی میں صرف دس دن رہ گئے تھے اس لئے تیاریاں ایک دم زور پکڑ گئی تھیں دوپہر میں زویا پر شاہک پر جانے کی بات کی تو بی جان کچھ مترشح تھیں لیکن چھوٹی بچی نے انہیں کنوئیں کر لیا تھا پھر ان



کی دایہی خاصی دیر سے ہوئی۔ جسکے سے بے حال جب یہ لوگ گھر پہنچے تو پچھو کی آمد ہو چکی تھی لیکن پچھو سے پہلے ان کا سامنا لاؤنج میں بیٹھی علیحدہ سے ہوا وہ انہیں دیکھتے ہی خوشی سے چلائے اٹھ کھڑی ہوئی گی۔

”اُمائی گاؤں شکر ہے تم لوگ آگئے اور نہ میں تو جو ریت کے مارے فوت ہوئے کوئی“ وہ گر جوشی سے ان کے گلے لگتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”تم لوگ کب آئے؟“ زویا نے صوفے پر گرتے ہوئے پوچھا۔

”کافی دیر ہو گئی ہے جب ہم لوگ آئے تب ماریہ آئی لے کہا کہ تم لوگ بس آنے والے ہو میں نے سوچا اتنی دیر میں تو میں فریش بھی ہو جاؤں گی زمین بکن میں مصروف ہیں کچھ دیر پہلے فضا اور اقرا بھی ٹیلر کے پاس چلی گئیں اور میں مدہ گئی یہ میگزین پڑھنے کو۔“ اس نے ایک ہی سانس میں ساری تفصیل بتا دی۔

”اور کیسے ہو تم لوگ؟“

”فی الحال تو بہت اچھے ہوئے ہیں۔“ شمن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔



”تم کسی ہوتھا مارا آنا ایک اچھا سر پرانز رہا۔“ اس نے ہلکا خراپی حیرت ظاہر کر دی۔ پھر اچانک سی مامی نے اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا تو میں نے بھی سوچا چلو کچھ تفرق ہو جائے گی ویسے بھی گھر میں بیٹھے بیٹھے میں بور ہونے لگی تھی۔

”چلو اچھا کیا یہاں تم کافی انجمائے کر دی۔“ حسن نے خوش دلی سے کہا پھر نظر میں ادھر ادھر دوڑاتے ہوئے ہوئی۔

”سیف کہاں ہے اور پچھو۔“

”پچھو تو بی جان کے کمرے میں ہیں اور سیف اوپر آرام کر رہا ہے۔“ جواب علیہ کے بجائے نرمین نے دیا جو ان کے لئے پانی لے لائے بیٹھ چلی آئی تھی۔

”اور اب تم لوگ بھی تیاری کر لڑائی جان جو تم لوگوں کی کلاس لینے والی ہیں کافی جلال میں ہیں آج۔“ ایک تو شہرزدگی ہے اور دوسرے تم لوگوں کی وجہ سے۔

”اوہ تو۔“ زویا کی رنگت زرد پڑ گئی شاک پر جانے کا آئینہ یا تو سی کا تھا۔

”میں تو جا رہی ہوں۔“ مامی اچھل کر کھڑی ہوئی۔

”کہاں۔۔۔؟“ حسن نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”پچھو کو سلام کرنے اور کہاں۔۔۔“ مامی نے کچھ بے نیازی سے کہا۔

”جیسے بی جان کی ڈانٹ سے ڈر نہیں لگتا۔“ زویا کی آنکھوں میں رشک ابھر آیا۔

”لگتا تو ہے۔ لیکن آج میرا کوئی قصور نہیں ہے آج غلطی جس کی ہے شامت بھی اسی کی آئے گی۔“ وہ اسے صاف الفاظ میں بتاتی بی جان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی پھر واقعی بی جان نے اسے کچھ نہیں کہا تھا یا پھر شاید پچھو کا خیال کر گئی تھیں شاید لینے کے بعد جب مامی تڑتڑا رہ ہو کر لاؤنج میں آئی تب شہرزدگی آمد

نی لگی اور علیہ کو دیکھتے ہی وہ جس طرح غل اٹھا مامی تو شکر مند ہو گئی۔

”ہاٹ جائزٹ سر پرانز۔“ مجھے نہیں پتا تھا کہ تم بھی آنے والی ہو۔“ بے حد خوشی سے کہتے ہوئے وہ علیہ کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

”کیوں؟“ پتا ہوتا تو کہیں جانے کی بجائے چلکس بچھائے میرا انتظار کر رہے ہوتے۔“ علیہ نے کچھ جتنا جانا۔

”ظاہر ہے۔ ایسا ہی کرتا تم انصارم تو کرتیں خاص سہیوں کا استقبال بھی خاص انداز سے ہی کیا جاتا جائے چاہے وہ گھر میں آگیا چاہے دل میں۔“ مسکراہٹ دبا کر کہتے ہوئے اس نے ایک گہری نظر مامی پر

دالی جو دستکاب کے ایک بکر میں ٹوٹن حتمی شہرزدگی اور کسی لڑکی سے اتنی بے لگھی۔ اس نے تو بھی سوچا کیا نہیں تھا وہ حیران تھی۔

”اس او کے تمہارا یہ کہہ دینا ہی کافی ہے تمہارا دل میں جو بھی ہو کہم از کم تم نے میرا دل تو رکھا۔“

علیہ نے ہنس کر کہا۔

”لڑکیوں کا دل رکھنے میں تو یہ استاد ہے۔“ سیف عالم اپنی نیند پر دی کر چکا تھا۔

شہرزدگی نے اسے دیکھا اور مسکراتے ہوئے اس کے گلے لگا تھا۔

”اسلام آباد سے سارے کدے کھوڑے سبیل لاکے بیٹھے تھے۔“ اس نے اس کے سونے پر سیف کو ملامت کرتا چاہا۔

”جس کا تیرے جیسا خبیث دوست ہو وہ اور کر بھی کیا سکتا ہے۔“ سیف نے نگلی سے کہا۔

”یقین کر دیا۔“ صبح سے گھر میں ہی تھا وہ پہر میں دوست کے ایک پڈٹ کا پتا چلا تو ابیر جی میں وہاں جانا پڑا۔“ شہرزدگی نے اپنی فیرو موجودگی کی وجہ بتائی۔

”چلو ابھر تو چلا ہے۔“ سیف نے سر ہلایا گویا اس کا بزن مان لیا ہو۔

”اسلام علیکم سیف۔“ ان کی آپس کی بات ختم ہوتے ہی مامی نے اسے سلام کیا۔

”وہیکم اسلام۔“ جتنی رہوڑ کیا مامی کافی بدل گئی ہو۔“ سیف نے اسے دیکھتے ہوئے کچھ حیرت سے کہا تو مامی یکدم لٹ بلکے پھینکی ہوئی۔

”کیا مطلب۔۔۔؟“ اس نے جلدی سے پوچھا تھا۔

”کم آن سیف ڈرا دیا مامی کو۔“ علیہ نے سچ میں ہی نوک دیا۔

”یہ بدل ضرور گئی ہے۔ لیکن بہت زیادہ بیداری ہو گئی ہے پہلے سے۔“

”ہاں۔“ اسی لئے تو کسی کا چین گیا۔“ سیف شہرزدگی طرف دیکھتے ہوئے معنی تیزی سے بڑبڑا اور شہرزدگی نے ساختہ آواز سے والی مسکراہٹ شہرزدگی پٹا تھا۔

”جھجک گا ا میں تو ذرا سی لگی تھی۔“ مامی نے شاید سیف کی بڑبڑاہٹ نہیں سنی تھی۔

”سیف نے جس طرح مجھے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا مجھے گامیر سے تنگ نکل آئے ہیں۔“

”کیوں؟“ قصیدیں یہ بات ہے نہیں تھی کہ چڑیلے کو تو سینگ کی نہیں ہوتے۔“ سیف کا انداز شرارتی تھا۔

”اچھا۔“ مامی نے کچھ پت کر اسے دیکھا۔

”جنوں کے تو سینگ ہوتے ہیں ناں۔“ پھر تمہارے کیوں نہیں ہیں۔“ سیف ہنس دیا تھا اس کی بات پر پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دے بی بی جان پچھو کے ساتھ وہاں چلی آئی تھیں اور ان سب کو بلیوہ ہو جانا پڑا تھا۔

☆☆☆☆☆

”تمہاری لوانسٹوری کبھی چلی رہی ہے۔“ رات کو اک کے دوران سیف نے اس سے پوچھا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”کون سی لواسٹوری.....؟“

”واہ، مٹی شہزادے“۔ سیف نے کچھ حیرت مگر طنز پر سے لکچہ میں کہا۔

”تیری ہوئی بیک وقت کئی کئی لڑکیوں سے سیٹھ..... مجھے صرف وہ مننا ہے جس کے بارے میں تم نے

لکھا تھا تھا“۔

”کچھ مٹی کی بکواس کے چارے ہو ذلیل انسان“۔ شہر وز چڑ گیا۔

”خدا خدا کر کے زندگی میں جیسا بار تو مشتق ہوا ہے اور تم مجھے بدنام کرنے پر تے ہوئے ہو“۔

”پھر تم نے یہ کیوں کہا کہ کون سی والی لواسٹوری..... مجھے لگا شاید تم کو مجھے سناتے کے لئے لاسٹوری کا

احتساب کرنا مشکل ہو رہا ہے“۔ سیف جیسے ہوئے بولا۔

”خیر چھوڑو..... میں پوائنٹ پر آؤ“۔

”کیا کہوں..... مجھے تو لگتا ہے میری یہ کہانی پڑی ایڈنگ تک تک پہنچنے سے پہلے ہی فٹش ہو جائے گی“۔

اس کے لیے میں انفرادی تھی۔

”ایڈنگ یاد..... اچھے تم سے یہ امید نہیں تھی“۔ سیف نے کچھ برہمی سے کہا۔

”کوشش کرنے سے پہلے ہی بار مان لی“۔

”مجھے نہیں..... وہ کون سی کوشش ہوتی ہے جس کے کرنے سے زبردستی کسی کے دل میں اپنا پیارا ڈالا

جاتا ہے میں نہیں ہوں ان چیزوں کا قائل“۔ وہ کچھ جھلایا ہوا کچھ مایوس سا تھا۔ سیف خاموش نظروں سے

اس کا جائزہ لیتا رہا پھر کہنے لگا۔

”تم کیونٹ میں اس سے بات کروں“۔ شہر وز نے رک کر اسے دیکھا۔

”کیا بات کرو گے تم اس سے..... اگر وہ مجھ سے پیار نہیں کرتی تو تمہارا یہ کیا کسی کے بھی سمجھانے کا اس

پر کوئی اثر نہیں ہوگا“۔ اس نے سنجیدہ ہو کر بولا۔ سیف ان کی طرف دیکھ کر بولا۔

”وہ تم سے پیار نہیں کرتی“۔ کم از کم تمہاری محبت کی قدر تو کر سکتی ہے۔“

”قدر.....“ شہر وز نے زبردست لکچہ میں دہرایا۔

”مجھے فحشی آتی ہے ان لوگوں پر جو اپنی بے پایاں محبتیں اٹانے کے بعد بھی محض کسی کی قدر شناسی پر ہی

خوش و مطمئن پوری زندگی گزار دیتے ہیں۔“

میں اس سے محبت کرتا ہوں اور بدلے میں مجھے بھی اس کی محبت میں چاہئے ایسی محبت جو مجھے اس کے

چہرے اس کی آنکھوں سے صاف چھلکتی دکھائی دے دئے دئے دھوڑنے کے لئے مجھے اس کے دل میں بھی

جھانکنے کی ضرورت نہ پڑے۔“ اس نے دو ٹوک کہا۔

”جب اتنے ہی کیمرہ ہوا اپنی چاہت اپنے ارادوں کو لے کر تو پھر ایسی مایوسی والی باتیں کیوں.....؟“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ وہ ہلکی سی ہنسی ہناتا۔

”ٹھیک ہے تو پھر ایسی فضول باتیں سوچنے کے بجائے عملی طور پر کچھ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی اور کے

نام ہو جائے اور تم دیکھتے رہ جاؤ“۔ سیف نے کچھ اس انداز میں یہ بات کی کہ واقعی وہ ہے جتن ہو کر کچھ

سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆

”یہ علیحدہ یہاں کیوں آئی ہے۔“ مائی نے پریشان ہو کر کہا۔

”کیوں.....؟ خیر بہت..... علیحدہ کے آنے سے نہیں کیا مسئلہ ہے۔“ فضا کی ساتتیں کافی تیز تھیں

بظاہر تو وہ کوئی کتاب پڑھ رہی تھی لیکن کان شاید اسی طرف لگے ہوئے تھے۔

”نہیں! کچھ نہیں!۔ اس نے جلدی سے کہا۔

”میں تو بس حیران ہو رہی تھی کہ شہر وز اس مزاج کا تو ہے نہیں پھر علیحدہ کے ساتھ اس کی اتنی دوسری کیسے

ہو سکتی۔“ اس نے دھمکے لکچہ میں کہا۔ دل میں ایک انتہائی سی جھنجھ ہو رہی تھی جس کا سبب اسے خود بھی سمجھ

نہیں آ رہا تھا۔

”شہر وز آفس کے کام سے اکثر اسلام آباد جاتا رہا ہے اور پچیسو کے گھر ہی ٹھہرتا ہے۔“ تب ہی ہو گئی ہوئی

ان میں یہ اندر راسخ شدہ لگ۔“ فضا نے لا پر دہی سے جواب دیا۔ پھر اچانک ہی کچھ خیال آنے پر چونک

اسے دیکھنے لگا۔

”نہیں جلتی تو نہیں ہو رہی نا.....؟“

”کیا مطلب ہے فضا..... مجھے کیوں جلتی ہو گی۔“ وہ ہنستا لگا۔

”وہ علیحدہ اچھی لڑکی ہے شہر وز جیسا بندہ جو لڑکیوں کے ذکر سے بھی دور بھاگتا ہے اگر علیحدہ نے

اسے خود سے دوستی کرنے پر مجبور کر دیا تو یقیناً کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔“ فضا اپنے انداز سے لگے کے جاری

تھی جبکہ مائی اٹھتا ہوا جھنجھ پریشان ہو رہی تھی۔

”ان دونوں کی جوڑی کافی اچھی رہے گی اگر بی جان اور دلتی جی کو بھی یہ بات سمجھ میں آ گئی تو۔“ فضا تو

اپنی بات کر کے اٹھ گئی لیکن مائی کو سوچوں کے غار میں دھکیل گئی تھی۔

”کیا واقعی علیحدہ اور شہر وز کے بچ کوئی کمینٹ ہے اگر کچھ میں ایسا ہی ہے تو پھر شہر وز جو مجھ سے کہہ رہا تھا

وہ کیا تھا نہیں ایسا تو نہیں کہ علیحدہ اس کا پیلا پیار ہے اور میں..... میں سیکرٹ چرچاؤں ورنہ پھر علیحدہ سے اس کا

خصوصی طرز عمل وہ لگا وہ لگا کہ کس کسے میں جانے کا ایک طرف تو وہ اپنے دل کو شہر وز سے الگ کرنے کی

کوششوں میں تھی اور دل تھا کہ صرف اس کو چنا چاہ رہا تھا۔“

”مائی! تم چلو گی۔“ جن نے اندر جھانکا تو وہ اپنے خیالوں سے چونک گئی۔

”کہاں.....؟“ اس نے پوچھا۔

”وہ شہر وز علیحدہ کو آ کر کس کس کھانا لے لے جا رہا ہے۔“ جن نے بتایا۔ اس کی بات سننے ہی اس کا دل جیسے

کسی نے سخی میں لے کر سلا تھا۔

”تم لوگ بھی جا رہے ہو“۔ مائی نے بھٹک اپنے تاثرات داخل رکھے۔

”میں نے سوچا شاید تم جانا جاؤ“۔ وہ خطر لگا ہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

”کہاں..... اسنے سارے کام ہیں“۔ اس کے لہجے میں شہو تھا۔

”مجھے نہیں جانا“۔ اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”میں تو شہر وڑنے بھی آؤں کریم نہیں کھائی“ آج علیہ کی بدولت شرماء حضوری میں ہمیں بھی

پوچھ رہا تھا۔

”ارے! شہر وڑ کہاں پوچھ رہا ہے یہ تو علیہ نے کہا ہمیں ساتھ چلنے کو“۔ مرن نے کچھ چپے ہوئے انداز

میں اس کی غلط فہمی دور کی پھر وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔ لیکن مائی کے دل سے دھواں اٹھنے لگا تھا وہ وہیں

قائم کے بیٹے تھی۔

☆☆☆☆☆

لی جان نے مائی اور شہر وڑ کا رشتہ سے گرد یا تھا اور سب ہی کو بہت خوشی ہوئی تھی خصوصاً تائی کو کیونکہ مائی

ان کی گود میں یں چلی بڑھی تھی اور اس کے حزان کا بھی انہیں اچھی طرح اندازہ تھا سو انہیں اس رشتے سے کوئی

پرہیز بھی نہیں تھا اہلالت مائی کی کیفیات بہت عجیب ہو رہی تھیں جس جب اس نے شہر وڑ سے لی جان کے سامنے اپنا

نام نہ لینے کی درخواست کی تھی بلکہ رخت الفافہ میں سے متغ کر دیا تھا سب سے بچی لگتا تھا کہ اس کے دل میں شہر وڑ

کے لئے کوئی جذبہ کوئی خاص احساس نہیں ہے شروع سے ہی وہ جس طرح شہر وڑ کو پسند کرتی تھی اس دن اس

سے بات کرتے ہوئے بھی وہ انہیں پائپنڈیہ جذبات کے ذریعہ شرمی کیجھ کیجھ کی تھیں اس کی اتنی جلدی شہر وڑ کی

محبت خود پر حاوی نہیں ہونے دے سکتی تھی اور اب..... اب مائے نے کیا ہو گیا تھا مکمل دل کو کاسے شہر وڑ کے سوا

کچھ بھائی نہیں دیتا تھا وہ پریشان تھی وہ مضطرب تھی اتنی بے بسی آئے تھ کہ کبھی محسوس نہیں ہوتی لی جنتان

دونوں وہ خود کو بے اختیار پارہی تھی کتنی کوشش کی اس نے اپنی اپنا چکانے کی اپنی خود اداری اہمارنے کی کہ یہ وہی

شہر وڑ تھا جس کے نام سے ہی وہ دل تک چڑتی تھی اب اس کے ساتھ رشتہ سے ہوجانے پر وہ کیوں احتجاج نہیں

کرتی کیوں کوئی طوفان نہیں اٹھاتی کہنے نام کے ساتھ اس کا نام بڑے دیکھ کر کیوں دل اتنے شرمناک رہا ہے وہ

یہ سوال خود سے پوچھ پوچھ کر تھک گئی تھی لیکن دل ساری انا سارا زخم بھلائے صرف شہر وڑ کے نام کی ہلا چپ رہا

تھا دامن بچاتے بچاتے بھی یہ آگ دل کی دلاؤں گئی تھی اور اب کچھ لودہ گیلی نکلی کی مانند سگ رہ گئی تھی۔

”میرے خیال سے وہاں بچا کے دیکھا ہے

دل و فکر کو بہت آزما کے دیکھا ہے

نشاط جاں کی قسم تو نہیں تو کچھ بھی نہیں

بہت دنوں تجھے ہم نے بھلا کے دیکھا ہے“

اس وقت زمین کے کمرے میں ساری لڑکیاں برسوں ہوئے والے مہندی کے نقش کش کو دیکھ کر رہی

تھیں مائی بھی ایک جانب بیٹھی تھی اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے مائے نے سوچ میں گم تھی۔

”کیا ہوا مائی اتنی چپ چاپ کیوں ہو.....؟“ فضا کا دھیان اس کی طرف گیا تو پوچھ بیٹھی۔

”شہر وڑ کو ہی سوچ رہی ہوں..... آخر آؤں اب وہی تو ہے اس کا ذریعہ ہوائے“۔ علیہ نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

صحیح کہا تم نے لیکن اس کے ساتھ اس سوچ میں تم بھی شامل تھیں اس نے یہ سوچا ضرور لیکن زبان پر

لانے کی زحمت نہیں کی علیہ انتہائی خوش مزاج اور سب کچھ دیکھتی تھی وہ جب بھی مائی سے باتیں کرتی تو اسے

اس کے حلق اپنے خیالات پر شرمندگی ہونے لگتی لیکن پھر شہر وڑ سے اس کی بے تکلفی یاد کر کے اور شہر وڑ کے

بارے میں اس کی باتیں سن کے اس شرمندگی کو دھائل ہونے میں ایک بل بھی نہ لگتا۔

”شہر وڑ نے تم ہی سے یہ کہا کہا اسے کہ جس کی لڑکیاں پسند ہیں“۔ زو دیا نے کسی خیال کے آتے ہی پوچھا

اور مائی کو اپنے وجود میں پہنچی کی ایک لمبی اٹھی محسوس ہوئی۔

”وہ سب مجھے نہیں پتہ کیونکہ میرے سامنے تو وہ صرف میری ہی تعریف کیا کرتا ہے“۔ اس نے ہنسنے

ہوئے کہا تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی فضا نے اس کے چہرے پر کچھ کھنچا پچا تھا کوئی ناگوار سی

حس کوئی تانس بھرا تاثر لیکن مائی چہرہ ہنسائے کتنی بھی تھیں لیکن اس میں بھلے ہی طوفان نہ تھ رہے تھے۔

”ویسے یہ پسند پائپنڈی خوں خوں خوں خوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی“ جب انسان کو کسی سے محبت ہوتی ہے

تو یہ چیزیں ثانوی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں“۔ علیہ تجھ کی سے کہہ رہی تھی۔

”تو تمہارے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ کام یہ نہیں کر شہر وڑ کبھی لڑکیاں ابھی لگتی ہیں بلکہ اگر وہ مائی سے

محبت کرتا ہے تو وہی اس کی آئینہ مل ہے“۔ زو دیا کچھ بھی نہیں سمجھ پارہی تھی۔

”بڑھیکہ وہ مائی سے محبت کرتا“۔ علیہ نے لفظ ”محبت“ پر کانٹا زور دیا تھا۔

اس بات پر تو مائی کا منہ جواب دینے کو تھا اس کا دل چاہتا تھا وہ کو باڑو سے چکڑ کر اس کے سامنے لے

آئے اور اس سے کہے اب کوڑا داس کے سامنے کہ تم مجھ سے کتنا پیار کرتے ہو لیکن وہ دیر سائیں کر سکتی تھی

مسکری سبھی تھا کہ علیہ اپنی بات بہت نازل بہت جگہ جگہ انداز میں کہہ جاتی تھی کوئی اور محسوس ہی نہیں

کر پاتا تھا اور مائی کے دل پر پھر یاں چل جاتیں۔

”ویسے خیر..... آئینہ مل ایک ایک چیز ہے“۔ علیہ نے ہر بات شرماع کی۔

اب وہ محسوس..... مجھے اپنے آئینہ مل کی تمام خوبیاں دکھائی دیتی ہیں شہر وڑ میں لیکن اس کے باوجود

میں اس سے شادی نہیں کر سکتی ہوں.....؟ کیونکہ میں.....“ وہ آگے کچھ اور بھی کہتی لیکن مائی کو کھڑا ہوتے

دیکھ کر چپ رہ گئی اپنی سب بھی چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

”کہاں جاری ہو.....؟“ لیکن نے کچھ حیرت سے پوچھا۔

”اوپر سے اپنے نوٹس لانے جارہی ہوں شام کو وہیں چھوڑ آئی تھی۔“ اس نے بتایا اور باہر نکل آئی درحقیقت وہ علیحدہ کی باتوں سے بھاگنا چاہ رہی تھی۔ اوپر آ کر اس نے ہال میں سینئر ٹیبل پر پڑے اپنے نوٹس اٹھائے اور شہروز کے کمرے کی طرف دیکھا شاید سیف بھی اندر ہی تھا کیونکہ باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ دھیان نہ دیتی اگر اسے اپنا نام نہ سنائی دیتا۔

”مائی مجھ سے زیادہ سمجھ دار نکلی۔۔۔۔۔ آئی مین کبھی کبھی ہم واقعی اپنی دلی کیفیات سمجھ نہیں پاتے۔“ شہروز کچھ افسردہ سے لہجے میں نجانے کس بات کا حوالہ دے رہا تھا اس کی دھڑکنیں تھمنے لگیں۔

”میں بھی جذبات کے ریلے میں بہہ گیا تھا اب دل کو ٹٹوٹا ہوں تو ماہین کے لئے کہیں وہ جذبات ہی نہیں ابھرتے جسے محبت کا نام دیا جاسکے۔۔۔۔۔ اور میں اب اماں کو انکار بھی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ نہ تو ماہین مجھ سے پیار کرتی ہے اور اب تو مجھے بھی شک ہونے لگا ہے کہ مجھے کبھی ماہین سے پیار بھی تھا بلکہ ایک حماقت تھی جس پر اب میں پچھتاتے لگا ہوں۔۔۔۔۔ میں نے جلد بازی کر ڈالی تاں۔۔۔۔۔ زندگی بھر کا معاملہ ہے اور میں نے اتنی جلد بازی سے کام لے لیا اگر میں نے کچھ وقت لے لیا ہوتا اپنے آپ کو پرکھنے میں تو شاید آج مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔“ اس کے لہجے میں بے پناہ اداسی تھی اور کئی پچھتاوے تھے اور مائی اتنا سب کچھ سن کے بھی اپنے پیروں پر کھڑی تھی وہ تو علیحدہ کی باتوں سے پیچھا چھڑا کر یہاں آئی تھی اسے کیا پتہ تھا کہ یہاں ایک اور جان لیوا ایج اس کا منتظر ہے اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پیروں تلے زمین ہو اور نہ سر پر آسمان۔ ایک تند و تیز طوفان تھا جس نے اس کے دل و دماغ کو اپنی زد میں لے لیا تھا اپنی ذات کے ٹوٹنے بکھرتے ریزوں کے ساتھ وہ کیسے اپنے کمرے تک آئی اسے علم ہی نہ ہو سکا شہروز جو کل تک اس کی محبت کا دعویدار تھا اب اسی محبت کو حماقت کیوں قرار دینے لگا اس کی وجہ علیحدہ کی ذات تو نہیں اس کے آتے ہی شہروز کے دل میں اپنا پہلا پیارا انگڑائیاں لینے لگا اور مائی پس منظر میں چلی گئی وہ یہی زہریلی سوچیں سوچ رہی تھی اور اسے یہی سوچنا تھا کیونکہ اس کے علاوہ اسے اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی تھی شہروز کے اس طرح بدل جانے کی۔

☆☆☆☆☆

شام کو فاقہ آئی ایک ایک سے شہروز کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔
”آخر یہ شہروز چلا کہاں گیا کچھ دیر پہلے تک تو گھر پر ہی تھا ناں۔۔۔۔۔؟“ انہوں نے مائی سے تصدیق چاہی اور وہ ہڑبڑا گئی۔

”جی۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے میں نے نہیں دیکھا۔“
”کیا بات ہے فاقہ۔۔۔۔۔ شہروز سے کیا کام ہے۔۔۔۔۔؟“ مائی جو کسی کام سے ادھر آنکلی تھیں پوچھنے لگیں۔
”اسے تو میں نے علیحدہ کے ساتھ بھیج دیا وہ بچی بیچاری کب سے خریداری کے لئے جانا چاہ رہی تھی میں نے شہروز کو ہی ساتھ کر دیا۔“

جاری ہے

عائشہ نصیر احمد

آخری حصہ۔

مکمل ناول

دلکش

”اوہ خدایا!“ ماہی جھنجھلائی۔

”کیا ہوا ماہی.....؟“ فائقہ آپی نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

”کچھ نہیں.....“ وہ بوکھلا کر بولی۔ وہ دوبارہ تائی کی جانب متوجہ ہو گئی۔
”اب بتائیے امی! میں کیا کروں..... عادل کو کون لے کر آئے گا۔“ انہوں نے اپنے بیٹے کا نام لیا جو
پنے ایگزامز کی وجہ سے ان کے ساتھ آ نہیں پایا تھا اور اب فائقہ آپی کو اسی کی فکر ستا رہی تھی۔
”ایسا کرو خود چلی جاؤ..... اور ماہی کو بھی ساتھ لے جانا..... یہاں تو ہر ایک کی جان کو سو بکھیرے ہیں، کسی کا
نظارہ کرنے بیٹھو گی تو ہو گیا کام۔“ تائی نے مسئلے کا حل دیا اور فائقہ آپی متذبذب نظروں سے ماہی کو دیکھنے لگی۔
”چلو گی ماہی.....؟“

”ہاں..... کیوں نہیں۔“ وہ جو کھوئی ہوئی تھی چونک کر بولی۔
تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی وہ فرار حاصل کرنا چاہ رہی تھی اس ماحول سے جو اسے وحشت میں مبتلا کر رہا
تھا ذہن پر کسی آسیب کی طرح سوار ان سوچوں سے حتیٰ کہ اپنے آپ سے بھی۔
وہ لوگ گھر سے نکلے تو مغرب کی اذانیں ہونے والی تھیں فائقہ آپی کے سرال میں انہیں زیادہ دیر ٹھہرنا



تو نہیں تھا لیکن فائقہ آپ کی ساس جو کافی شفیق اور مہربان سی خاتون تھیں انہیں کھانے پر رکنے کے لئے کہا اور اس طرح رات کا کھانا وہیں کھا کر وہ لوگ فائقہ آپ کے شوہر احسن بھائی کے ساتھ واپس آئے تھے اور ان کے آنے کے کچھ ہی دیر بعد علیہ اور شہروز بھی لوٹ آئے اس وقت ماہی، ثمن اور سیف لان میں موجود تھے اور گپ شپ چل رہی تھی۔

”کیا بات ہے..... آج تو کراچی کے سارے شاپنگ سینٹر خالی ہو گئے ہوں گے۔“ اس کے اس قدر لیٹ آنے پر سیف بولے بنانہ رہ سکا علیہ بے اختیار ہنس پڑی اس کی بات پر۔

”جی نہیں جناب! ایسا کچھ نہیں ہے شاپنگ تو ہم بہت پہلے ہی کر چکے تھے۔ پہلے ہم سی دیو گئے پھر ہم نے ایک چائینیز ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا اور اب گھر آ گئے۔“ علیہ نے تفصیل بتائی۔

”یعنی شاپنگ کے ساتھ ساتھ آؤٹنگ بھی ہو گئی۔“ سیف نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں! یہ تو نہیں جانا چاہ رہی تھی میں نے ہی کہا کہ اب جب گھر سے نکل ہی آئی ہو تو تمہیں ذرا کراچی بھی دکھا ہی دوں! کیا پتہ بعد میں موقع ملے نہ ملے میری ہمراہی میں یہ جگہیں دیکھنے کا۔“ شہروز نے کہا تھا بالکل نارمل سے لہجے میں لیکن ماہی کو نجانے کیوں اس کے ایک ایک لفظ سے یاسیت سی ٹپکتی محسوس ہو رہی تھی۔

”ہاں! پھر تو تم بیوی کو پیارے ہونے والے ہونا۔“ سیف نے ایک قہقہہ لگایا تھا۔

”پہلے تم میری ہونے والی بیوی سے پوچھ تو لو کہ اسے میں پیارا ہوں بھی یا نہیں۔“ شہروز نے ایک نظر ماہی کے سرخ پڑتے چہرے پر ڈالی جو وہاں سے واک آؤٹ کرنے لگی تھی جی علیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”چھوڑو نا ماہی! ان کی باتیں..... کچھ بھی بولتے رہتے ہیں تم میری شاپنگ دیکھ لو کیسی ہے.....؟“

”ہاں! جلدی دکھاؤ..... مجھے بھی نیند آنے لگی ہے۔“ ثمن نے بمشکل جمائی روکی تھی۔ علیہ ایک ایک شاپر کھول کر اپنی شاپنگ دکھانے لگی تھی۔

”واؤ..... کتنا زبردست ہے۔“ خوبصورت سے ڈریس کو دیکھتے ہی ثمن کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔

”اچھا ہے نا.....“ علیہ خوش ہو گئی۔

”اصل میں یہ شہروز کی پسند ہے میں تو سی گرین لینا چاہ رہی تھی لیکن شہروز نے کہا کہ مجھ پر یہ کلر زیادہ سوٹ کرے گا۔“ یہ بات سنتے ہی ماہی نے بے اختیار شہروز کی طرف دیکھا اس کی نظروں سے نظریں ملنے ہی دل نے ایک ہارٹ بیٹ مس کی اس نے گہرا کر نظر چرائی شہروز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اٹھ آئی تھی اس کی اس چوری پر۔

”ماہی! تمہارا ڈریس بھی تو اسی رنگ کا ہے نا..... بارات والے دن کا۔“ ثمن کو اچانک ہی یاد آیا۔

”نہیں! اب نہیں ہے۔“ وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

”کیا مطلب تم نے لیا تو تھا۔“ وہ الجھ گئی۔

”وہ اس نے اپنی شادی کے لئے لیا ہوگا! اب تو یہ جان ہی چکی ہے کہ مجھے یہ رن کتنا پسند ہے۔“ شہروز

کی نگاہوں نے ماہی کو ہی فوکس کیا ہوا تھا اس کے چہرے کے آتے جاتے رنگ دیکھ کر شہروز کے دل میں کلیاں چٹکنے لگی تھیں۔

”جی نہیں! اپنی شادی میں میں آپ کی پسند کا نہیں اپنی پسند کا ڈریس پہنوں گی۔“ روکھے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے شہروز کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔

”ویری گڈ ماہی! ایسا ہی کرنا۔“ علیہ نے داد دی۔

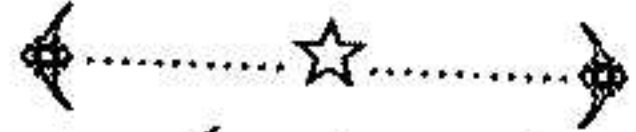
”ارے! تو اس میں کیا مسئلہ ہے میں بھی تمہاری مرضی کے مطابق ڈریسنگ کر لوں گا۔“ وہ شرارت سے کہتا ہوا اس کے قریب آیا۔

”ذرا مجھے بتانا تمہارا فیورٹ کلر کون سا ہے.....؟ اور یہ بھی بتا دو کہ کیا پہنوں شیروانی، قمیض، شلوار، ٹو پیس یا پھر جوا بھی پہنے ہوئے ہوں۔“ وہ اپنی آنکھوں میں خوشی کا جہاں سمیٹے ماہی کے چہرے کا ایک ایک نقش دل میں اتارے جارہا تھا۔

”یہ سب آپ اس سے پوچھیے گا جس سے آپ کی شادی ہوگی یا پھر جو آپ سے شادی کرنے میں انٹرسٹ ہوگی مجھے ان باتوں سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔“ نہایت کشیلے لہجے میں کہتے وہ کافی غصے میں وہاں سے چلی آئی تھی۔

”لو بھی تمہارے تو سارے ارمان گئے پانی میں۔“ سیف نے ہاتھ جھاڑے۔

”اب تو کوئی دوسری ملے گی بھی نہیں! ایک مہینہ کے اس شارٹ نوٹس پر۔“ شہروز جینز کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے ابھی تک ماہی کے جملوں کی گونج میں تھا سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی اسے بہت برا لگا ماہی کی باتوں کا۔



جس رات مہندی کا فنکشن تھا اسی شام پھپھو نے زویا کو سیف کے نام کی انگٹھی پہنا دی اور اس وقت

سب ہی موجود تھے جب ثمن نے بی جان سے پوچھ ہی لیا۔

”کیا بی جان! آپ تو کہہ رہی تھیں کہ آپ شہروز کی منگنی بھی سیف کی منگنی کے ساتھ ہی کریں گی! اب کیا

ہوا.....؟“

”کم آن ثمن..... یہ منگنی تمہیں منگنی نظر آتی ہے.....“ سیف کافی ناخوش تھا۔

”کبھی بھی ہو..... نیم پلیٹ تو لگائی ناں اپنی شہروز نے تو وہ بھی نہیں کیا۔“

”شہروز کو ایسا کچھ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔“ سیل فون کے ساتھ مصروف شہروز نے اپنا پورا

دھیان سامنے کھڑی ماہی پر لگا دیا تھا۔

”جو چیز ایک بار شہروز کی ہو جائے وہ اس پر کسی اور کی نظر بھی نہیں پڑنے دیتا۔“ کچھ جتایا ہوا لہجہ تھا اس

کا اور دھڑکنیں تھا دینے والی اس کی نظریں تھیں۔

لائٹ پنک کلر کے چوڑی دار پاجامے اور نفیس کام سے مزین ہاف سیلوز فٹنگ والی قمیض میں اس کا

بیاں سمیٹے روپ شہروز کے حواس چھینے جارہا تھا۔

”مگنی صرف ایک رسم ہوتی ہے چونکہ یہاں شادی کا کوئی امکان نہیں ہے کم از کم اس وقت تک جب تک زویا کی پڑھائی پوری نہیں ہو جاتی اسی لئے ہم نے یہ رسم ادا کی ورنہ ایک ہی گھر میں مگنی ایسی جھنجھٹ کی کیا ضرورت۔“ پھپھو نے کہا۔

”کیا مطلب.....؟“ سب ہی حیران ہو گئے۔

”تم تو سب کے سب عقل سے کورے ہو۔“ بی جان غصے سے بول اٹھیں۔

”اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آرہی کہ ہم نے مگنی وغیرہ کے چکر میں پڑنے کے بجائے سیدھے سیدھے شادی کی تاریخ ہی طے کر دی ایک مہینے بعد کی۔“ چچی امی اور تائی جی تو اس بات سے پہلے ہی باخبر تھیں جبھی تو اس وقت ان کے ہونٹوں پر اطمینان بھری مسکراہٹ تھی لیکن لڑکیوں کو تو جیسے سانپ ہی سونگھ گیا تھا۔

”یہ..... یہ..... کیسے ہو سکتا ہے۔“ فضا کے منہ سے بے ترتیب سے جملے نکلنے لگے۔

”آپ لوگ کیسے کر سکتے ہیں..... اتنی جلدی..... تب تک تو اس شادی کی تھکن بھی نہیں اتری ہوگی اور پھر ایک اور شادی وہ بھی اس گھر کے اکلوتے بیٹے کی ذرا غور تو کیجئے اسی لئے یہ سیف رات کو ایک مہینہ ایک مہینہ کہے جارہا تھا۔“ ثمن کو بھی یاد آ گیا۔

”پلیز بی جان! ذرا رحم کیجئے، کتنی مشکل ہو جائے گی یہ تو۔“

”مجھے تو تم لوگوں کی پرابلم سمجھ میں نہیں آتی۔“ سیف بیچ میں کود پڑا۔

”جب دولہا دلہن راضی ہیں تو تم رولا کیوں ڈال رہی ہو بیچ میں۔“

”ہم کوئی روڑے نہیں انکار رہے ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ شادی کی ڈیٹ تھوڑا آگے بڑھادی جائے تاکہ ہم اپنی تیاری ذرا ڈھنگ سے کر سکیں۔“

”کوئی نہیں جیسا طے ہو چکا ہے سب ویسا ہی ہوگا۔“ بی جان حتیٰ لہجے میں بولیں۔

”زندگی کا کیا بھروسہ عمر تو ساری گزر رہی گئی ہے اب میں اپنے پوتے کی شادی اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔“

”میں آپ سے ایگری ہوں اماں۔“ شہروز سنجیدہ لہجے میں بولا۔

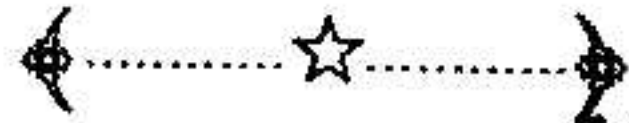
”مجھے بھی اپنی شادی اسی زندگی میں کرنی ہے اور بڑھاپے سے پہلے کرنی ہے ان کی تیاریوں کے لئے تاریخ آگے بڑھاتے رہے تو ہو چکی میری شادی۔“

”لگتا ہے شہروز کو اپنی شادی کی بہت جلدی ہے۔“ پھپھو ہنستے ہوئے بولیں۔

”جلدی..... اس کا بس چلے تو آج ہی نکاح پڑھوالے۔“ سیف نے اس پر چوٹ کی۔

وہ ہنس پڑا مہی کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے ایک بھر پور نظر اس پر ڈالی تھی مہی اپنے آپ میں سمٹ کر رہ گئی اس کے اس دکھاوے کا مقصد کیا ہے آخر..... شاید یہ نہیں جانتا کہ میں اس کے دل کی بات

جان چکی ہوں۔“ وہ الجھ کر یہی سوچے جارہی تھی۔



تھوڑی دیر بعد زمین کی مہندی آئی تھی ایک افراتفری کا سماں تھا سبھی اپنی اپنی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے لیکن مہی بے ترتیب سے حلقے میں کب سے ادھر ادھر پھر رہی تھی۔

”مہی! کیا کر رہی ہو تم.....؟ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں وہ لوگ بس نکلنے ہی والے ہیں۔“ ثمن نے جو اسے یوں ٹپکتے دیکھا تو ڈانٹ پلائی۔

”تو کیا کروں میں..... پہلے میرے کپڑے نہیں مل رہے تھے اور اب استری نہیں مل رہی انہیں پر لیس کرنے کے لئے۔“ وہ روہانسی ہو گئی سب تیار بھی ہو گئے تھے اور وہ ابھی تک چنچ بھی نہیں کر پائی تھی۔

”ٹھہرو..... میں لا کر دیتی ہوں تمہیں۔“ ثمن ڈرینک ٹیبل سے اپنے بندے لیتے ہوئے باہر نکل گئی اس کا موڈ سخت آف ہو رہا تھا وہ پرسکون ہونے کی غرض سے پاس ہی رکھی کرسی پر بیٹھی لیکن فضا کی تیز چیخ نے اسے اچھلنے پر مجبور کر دیا۔

”مہی کی بچی! میرے دوپٹے کی استری خراب کر رہی ہو۔“

”دوپٹہ۔“ اس نے حیران ہو کر کرسی کی طرف دیکھا جس کی پشت پر پر پل رنگ کا دوپٹہ پڑا ہوا تھا۔

”بھاڑ میں جاؤ تم۔“ دوپٹہ اس کی طرف پھینکتے وہ پھر سے اس کرسی پر بیٹھ گئی مگر پھر بھی اسے زیادہ دیر بیٹھنا نصیب نہیں ہوا کیونکہ ثمن استری لے کر آ گئی تھی۔

”یہ لو..... پکڑو اور پلیز..... اب تیار ہوتے ہوئے گھنٹے مت لگا دینا۔“

”تھینک یو.....“ وہ بے تحاشا ممنون ہوئی کپڑوں پر الٹی سیدھی استری پھیر کر وہ جلدی سے باتھ روم میں گھس گئی اور پھر جس لمحے وہ باہر نکلی اسی وقت لڑکے والوں کے آنے کا شور اٹھا تھا۔

شہروز گھر دیر سے آیا تھا اور اسے تیار ہوتے ہوتے مزید دیر لگ گئی اس کا سیل مسلسل بج رہا تھا کال ڈسکنیکٹ کرتے ہوئے وہ نیچے اتر لیکن مین ڈور کی طرف بڑھنے سے پہلے ہی اس کی نظر لاؤنج میں کھڑی مہی پر پڑی اس کے قدم تھم گئے اور ایک لمحے کے لئے دل کی دھڑکن بھی۔

گرین کلر کے چوڑی دار پا جا۔ مے اور خوبصورت ریڈ کلر کے کرتے میں ملبوس وہ اپنی چوٹی آگے کئے اس پر گہرے لپیٹ رہی تھی اس کی ہر حرکت پر اس کی چوڑیاں کھٹکنے لگتیں اور کانوں میں پہنے بھاری سے جھمکے رخسار چومنے لگتے یہ سچ دھج اس کا یہ بنا سنو راروپ کسی کے بھی ہوش اڑانے کے لئے کافی تھا اور شہروز جو پہلے ہی اس کے آگے دل ہار چکا تھا کیسے اس کے حسین وجود سے نظریں چرا لیتا وہ دھیرے سے اس کے قریب آیا تھا اور تب ہی مہی کو اس کی موجودگی کا احساس ہوا اس نے ٹیبل سے کنگن اٹھا کر اس کے ہاتھوں میں سجائے تھے اور پھر اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کے لمس کی قربت کو محسوس کرنے لگا پوری شدت کے ساتھ مہی سحر زدہ کھڑی تھی شہروز کی آنکھوں سے برستی جذبوں کی رم جھم پھوار میں اس کا پور پور

بھینگے لگا تھا، نجانے کتنی دیر گزر گئے سانس وقت اور دل جیسے تھم سے گئے تھے۔

”شہروز! تم یہاں ہو.....؟“ اچانک ہی علیہ کی آواز نے وہ سحر ایک چھنا کے سے توڑ دیا، ماہی نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑا کر علیہ کی طرف دیکھا، وہ گجرے لئے اسی طرف آرہی تھی۔

”اچھا ہوا..... تم یہیں مل گئے..... دیکھو میں ابھی تک باہر نہیں گئی، تم مجھے یہ گجرے پہنا دو گے پلیز اور یہ کنگن بھی“۔ وہ گجرے شہروز کو تھماتے ہوئے کہہ رہی تھی، حالانکہ ماہی پاس ہی کھڑی تھی وہ یہ کام ماہی سے بھی کہہ سکتی تھی لیکن علیہ تو اس کی طرف دیکھ ہی نہیں رہی تھی جیسے وہ وہاں وجود ہی نہ ہو۔

”کیوں نہیں“۔ شہروز نے خوش دلی سے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام کر وہ کنگن پہنائے تھے۔ ماہی کے ارد گرد آگ کا الاؤ سا بھڑک اٹھا، دل میں بھر جانے والے دھویں سے اسے سانس لینا مشکل ہونے لگا، تو وہ باہر نکل آئی تھی، تازہ ہوا میں آنے کے بعد وہ چند لمحے اس کوٹنے میں کھڑی اپنی حالت نارمل کرتی رہی، تھوڑی دیر پہلے شہروز کی موجودگی میں وہ ہر بات بھول گئی تھی، وہ بھول گئی تھی کہ اس کی اب شہروز کی زندگی میں کوئی اہمیت باقی نہیں رہی، اس خواب کے عالم میں ساری تلخ سچائیاں اس سے کوسوں دور چلی گئی تھیں، اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ شہروز کے نزدیک اس کی محبت ایک جذباتی حماقت سے زیادہ کچھ نہیں تھی، لیکن علیہ نے آتے ہی اسے آسمان کی وسعتوں سے حقیقت کی پتھریلی زمین پر لا پٹا تھا، اس نے ایک نظر اپنی کلائیوں پر ڈالی، ان کلیوں کی خوشبو ماہی کی سانسوں میں اتر کر من میں بے اس شخص کی موجودگی کا احساس دلارہی تھیں بے بسی اس پر حاوی ہونے لگی تھی، اس نے سلگتے ہوئے وہ دونوں کنگن اتار کر ایک طرف پھینک دیئے۔

”یہ کیا کیا تم نے.....؟“ وہ کب اس کے پیچھے آکھڑا ہوا اسے پتہ بھی نہیں چلا تھا۔

”یہ کنگن تم نے پھینک کیوں دیئے.....؟“ وہ کچھ برہم سا نظر آ رہا تھا۔

”میری مرضی“۔ وہ دھیرے مگر کاٹ دار لہجے میں بولی۔

”میں کچھ پھینکوں یا رکھوں، آپ کو اس سے کیا.....؟“

”تمہاری مرضی تمہارے معاملوں میں چلتی ہوگی، میرے پہنائے گئے کنگن تمہیں اس طرح اتار کر پھینکنے کا کوئی حق نہیں تھا“۔ بہت دنوں بعد شہروز کے لہجے میں خود سری عود کر آئی تھی۔

”حق“۔ اس نے طنزیہ لہجے میں دہرایا۔

”کس حق کی بات کر رہے ہیں آپ.....؟“ میں خود پر آپ کا کوئی حق نہیں مانتی، اس لئے اپنے یہ گھسے پٹے ڈائلاگز کسی اور کے لئے سنبھال کر رکھیے“۔

”تمہارے ماننے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے، آج نہیں تو کل تم خود اپنے سارے حقوق مجھے سونپ دو گی“۔ شہروز کی بھرپور تائید دیتی آنکھوں میں اس وقت ناقابل بیان سی کیفیت تھی۔

”بہت بڑی بھول کا شکار ہیں آپ..... آپ کو کیا لگتا ہے بی جان نے فیصلہ کر لیا تو میں سر جھکا لوں گی، مان لوں گی ان کے فیصلے کو، آپ سے شادی کرنے سے تو بہتر ہے، میں اپنی جان دے دوں، اور ایسا ہی کروں

گی، اگر کسی نے مجھے مجبور کیا تو“۔ وہ اس وقت انگارہ بنی کھڑی تھی، کجلے سے بھی اس کی خوبصورت آنکھوں میں اترتی سرخی نے انہیں اور بھی قاتل بنا دیا تھا۔

”آپ جیسے کر پٹ انسان سے شادی تو بڑی بات، مجھے تو آپ کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہیں ہے“۔ شہروز لب بھینچے اپنے اعصابی تناؤ پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا اس کے صبر کا پیمانہ بس لبریز ہونے کو ہی تھا۔

”بات اس حد تک بھی آگے نہ بڑھتی اگر مجھے آپ کے اس صبح چہرے کے پیچھے چھپی مکر وہ صورت پہلے نظر آ جاتی، دنیا میں دو غلے تو کئی لوگ ہوں گے لیکن آپ جیسا منافق شاید ہی کوئی پیدا ہو“۔ ماہی کے منہ سے بنا سوچے سمجھے نکلنے والا یہ جملہ شہروز کی عزت نفس پر ایک کاری ضرب لگا گیا تھا۔

”آپ سے شادی میں کبھی نہیں کروں گی، مگر کبھی نہیں، اور نہ ہی اس کے لئے مجھے کوئی مجبور کر سکتا ہے، نہ بی جان اور نہ ہی میرے ماں باپ یا درکھیے یہ بات“۔ انگلی اٹھا کر کہتے ہوئے اس کا لہجہ چیلنج لئے ہوئے تھا۔

”ضرور یاد رکھوں گا“۔ اپنی بات کہہ کر وہ جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ شہروز نے اس کا بازو پکڑ کر اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔

”لیکن تم بھی میری ایک بات کان کھول کر سن لو“۔ اس کی آنکھوں سے شعلے سے لپک رہے تھے، شہروز کا یہ روپ اس نے پہلی بار دیکھا تھا، اور ایک لمحے کے لئے وہ اندر ہی اندر خائف سی ہو گئی۔

”آج یا کل..... شادی تو تمہاری مجھ سے ہی ہونی تھی، لیکن میری انا کو نشانہ بناتے ہوئے تم نے جو چیلنج مجھے دیا ہے میں اس سے پیچھے نہیں ہٹوں گا، ایک مہینہ تو ابھی بہت دور ہے، تین دن کے اندر اندر اگر میں نے تمہیں ماہین افتخار سے ماہین شہروز نہ بنا دیا تو، میں بھی ایک خان کی اولاد نہیں“۔ ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑتے ہوئے وہ اس کے پاس سے گزرتا چلا گیا اور ماہین اس کے دیئے گئے جھٹکے کے باعث لڑکھڑا کر رہ گئی۔

آج بارات کا دن تھا اور ماہی کی ذہنی حالت بے حد درگوں ہو رہی تھی، ایک عجیب سا ڈر تھا جو دل میں بیٹھ گیا تھا، کل رات اس نے جوش میں آ کر شہروز کو برا بھلا کہہ تو دیا تھا لیکن شہروز نے اس کی باتوں پر جس طرح کاری اکیٹ کیا تھا، ماہی نے سوچا تو دل کنپیٹیوں میں دھڑکنے لگا تھا، وہ شہروز کو اچھی طرح جانتی تھی، اس کی ضد اور اس کی ہٹ دھرمی کو بھی، یہی وجہ تھی کہ وہ اب اپنے کئے پر پچھتانے لگی تھی، کیونکہ شہروز نے جو کچھ بھی کہا تھا وہ اس پر عمل بھی کرنے والا تھا۔

سلور ککر کے پشواز میں نازک سی جیولری اور ہلکے پھلکے میک اپ نے اس کی خوبصورتی کو دو آتشہ کر دیا تھا۔

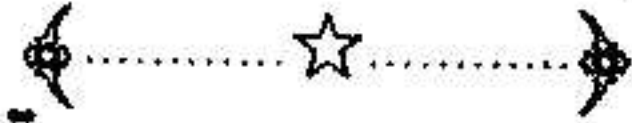
”مانا کہ آج تم بہت حسین لگ رہی ہو لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ خود پر عاشق ہی ہو جاؤ، اب ہٹو یہاں سے، مجھے بھی تیار ہونا ہے“۔ فضا نے اسے جھنجھوڑا تو وہ جیسے کسی خواب سے جاگی۔

”ماہی! میں تمہیں بتانا بھول گئی، زمین آپی بلارہی تھیں تمہیں کچھ دیر پہلے“۔ نم نے بتایا۔

”ہاں آپی! کہئے کیا بات تھی.....؟“ وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

”تم کیسی ہو ماہی، کل رات مجھے تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی“۔ زمین نے اس کا ہاتھ تھام

اچھی بات ہے مگر ابھی تو پورا مہینہ پڑا ہے۔



برقی ققموں سے سجالات ”بقعہ نور“ بنا ہوا تھا، سامنے ہی خوبصورتی سے بنے اسٹیج پر انس بھائی اور ان کے کزنز وغیرہ براجمان تھے رافع نے دور سے ہی اسے دیکھ کر ہاتھ ہلا دیا تھا وہ مسکرا دی۔
 ”کہاں تھیں تم! کل رات نظر آئیں اور اب بھی اتنی دیر بعد دکھائی دی ہو۔“ وہ اس کے پاس چلا آیا۔
 ”میں تو یہیں تھی لیکن تمہیں دوسری لڑکیوں سے فرصت ملے تو میں نظر آؤں ناں۔“ اس نے خفگی سے کہا۔
 ”کیا کروں..... لڑکیاں خود ہی کھنچی چلی آتی ہیں اب میں ان کا دل تو نہیں توڑ سکتا۔“ وہ مصنوعی لاچارگی سے بولا تو ماہی کو ہنسی آ گئی۔

”اچھا..... مبارک باد وصول کرو! ایسا نہ ہو میں بعد میں بھول جاؤں۔“ اس نے جلدی سے بات بدلی۔
 ”کیا کہا..... کس چیز کی مبارکباد؟“ اسے اچنبھا ہوا۔
 ”سننا ہے تمہارا رشتہ طے ہو گیا ہے تمہارے اس حسین و جمیل کزن سے۔“ اس کا انداز شرارتی تھا۔
 ماہی کے چہرے کا رنگ متغیر سا ہو گیا، اتنی مشکل سے تو وہ نارمل ہو کے یہاں آئی تھی اور یہاں بھی شہروز کا حوالہ۔

”جانتی ہو مجھے کتنی جلن محسوس ہو رہی ہے شہروز سے۔“ رافع نے دوبارہ شہروز کا نام لیا مگر کچھ عجیب انداز میں، ماہی چونک گئی۔

”میں نے سوچا تھا بھابی کے ساتھ ساتھ ان کی بہن بھی ہمارے گھر کی رونق کو چار چاند لگا دیں گی، لیکن افسوس..... شہروز پہل کر گیا۔“ ماہی ساکت رہ گئی تھی، اس پاس بکھرتا ہوا شور اسے بہت دور سے آتا محسوس ہو رہا تھا، اس سے پہلے کہ ماہی اس سے کچھ کہتی، اس کے کسی کزن نے اسے بلایا تھا، رافع کے جاتے ہی اس نے ایک کرسی پر بیٹھ کر پھر سے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔

اس نے کسی رسم میں بھی حصہ نہیں لیا، ٹمن اور زویا ہی سب کچھ کرتی رہیں وہ الگ تھلگ سی بیٹھی رہی ساری تقریب میں، جس وقت رخصتی ہو رہی تھی وہی روایتی رونے دھونے کا سین چل رہا تھا، گھر کے تقریباً سبھی لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تھے، لیکن ماہی نے تو رورو کر سب کو پریشان کر ڈالا تھا۔

”بس کرو بیٹا..... اتنا نہیں روتے۔“ اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے خود سے لگایا۔

”اور نہیں تو کیا..... اتنا پانی تو پوری زندگی میں اس کی آنکھوں میں جمع نہیں ہوا ہوگا جتنا آج اس نے بہا ڈالا ہے، کچھ اپنی رخصتی کے لئے بھی بجا کر رکھو کزن۔“ سیف نے پاس ہی سے ہانک لگائی۔ کسی کو اندازہ نہیں تھا وہ زمین کے جانے سے اداس تو تھی ہی، لیکن جو چیز اسے سب سے زیادہ رلا رہی تھی وہ اس کے دل کا درد تھا، جو بڑھتے بڑھتے جسم و جاں میں پھیلنے لگا تھا، ٹمن کے پکڑائے گئے رومال سے آنسو صاف کرتے اس نے سامنے دیکھا، زمین کو بھی ہوئی گاڑی تک لے جاتے ہوئے وہ اتنی دیر میں پہلی بار اسے نظر آیا تھا، وہ

کرزم لہجے میں پوچھا، تو وہ حیران سی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

”میں ٹھیک ہوں..... لیکن.....“ اس نے کچھ کہتے کہتے ہونٹ بھیج لئے۔

”تم پریشان ہو..... یہی ناں.....“ زمین نے اس کی ادھوری بات مکمل کی۔

”تمہاری پریشانی کی وجہ کہیں تمہاری شادی تو نہیں۔“ اس نے خیال ظاہر کیا۔

وہ کیا جواب دیتی آنکھوں میں آئی بے تحاشہ غمی کے سبب وہ زمین کو دیکھنے سے بھی گریز کر رہی تھی۔

”بتا دو ماہی کیا پریشانی ہے۔“ زمین اس کی کیفیت محسوس کر گئی۔

وہ چند لمحے کچھ سوچتی رہی اور پھر دل پر بڑھتے ہوئے بوجھ سے تھک کر اس نے زمین سے ساری باتیں کہہ ڈالیں، جس کو کچھ سن کر زمین کو غالباً یقین نہیں آیا تھا۔

”تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی ماہی.....! اگر شہروز تم سے پیار نہ کرتا تو اس شادی کے لئے ہامی کیوں بھرتا بلکہ مجھے تو بی جان کے اس فیصلے کے بعد ہی یہ معلوم ہوا ہے کہ شہروز تم سے محبت کرتا ہے۔“

”وہ مجھ سے پیار نہیں کرتا آپ! آپ کو نہیں پتہ..... وہ..... وہ صرف علیہ سے پیار کرتا ہے۔“ گلے میں اٹکتے ہوئے آنسوؤں کے سبب اس سے بات بھی نہیں ہو پار ہی تھی۔

”خدا کے لئے ماہی..... یہ تم کیا کہہ رہی ہو“

”ان سب کے بیچ علیہ کہاں سے آ گئی..... تم کیوں خواہ مخواہ اس طرح علیہ کو.....“ اس نے غصے سے بات ادھوری چھوڑی۔

”میں خواہ مخواہ کسی پر الزام نہیں لگا رہی، میں پاگل نہیں ہوں کہ ایسی خود ساختہ بکواس کروں، اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں نے اور شہروز کا وہ اعتراف، لیکن آپ کو کیا..... زندگی تو میری برباد ہو رہی ہے ناں۔“ وہ سر پکڑ کے رونے لگی تھی، زمین کا دل دکھنے لگا۔

”پلیز ماہی! چپ ہو جاؤ..... اس طرح رونے سے کیا ہوگا، اچھا سنو۔“ اس نے ماہی کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

”جب تمہیں اتنے ہی شکوک و شبہات ہیں تو تم شہروز سے ساری باتیں صاف کیوں نہیں کر لیتیں۔“

”کی تھی میں نے کل رات بات..... نتیجہ کیا نکلا۔“ وہ سب یاد کر کے اس کے رونے میں شدت آ گئی۔

”وہ تم نے اس سے بات نہیں کی تھی تم نے اس سے جھگڑا کیا تھا۔“ زمین نے اسے جتایا۔

”کچھ بھی ہو..... اب میں اس سے کوئی بات نہیں کروں گی، اب میں اس کی صورت بھی نہیں دیکھوں گی، مجھے نفرت ہے اس شخص سے۔“ اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے درحقیقت اس چاہت کی نفی کرنی چاہی تھی جواب اس کی دھڑکنوں میں سما چکی تھی۔

بارات کے آنے تک وہ اپنے کمرے میں ہی بیٹھی رہی اور بعد میں بھی زویا اسے زبردستی باہر لے آئی تھی۔

”کم آن یار! دلہن کی بہن ہو تم اور اس طرح چھپ کر بیٹھی ہو کہ جیسے تمہاری شادی ہو رہی ہو پریکٹس کرنا

سفید شلوار قمیض اور بلیک واسکٹ میں ملبوس دلوں میں اتر جانے والا اس کا وجہ سراپا اس وقت اس کی شان ہی الگ تھی شہزادوں کی سی آن بان سینے وہ اس پوری محفل میں سب سے جدا لگ رہا تھا۔

رخصتی کے بعد جب مہمان بھی ایک ایک کر کے چلے گئے تھے سیف اور چاولان میں ہی موجود لائسنس وغیرہ اتروانے کا کام اپنی نگرانی میں کر رہے تھے وہ سیف کو بلا کر اندر آنے لگی تھی کہ دروازے پر ہی کافی زور سے اس سے ٹکرائی اور شہروز نے ایک بھی لمحہ ضائع کئے بغیر فوراً ہی اسے سنبھال لیا تھا۔

”جب جب بھی..... تم اس طرح مجھ سے ٹکراتی ہو..... مجھے اپنی قسمت پر پیار آنے لگتا ہے۔“ جذبوں کی شدت سے بوجھل لہجے میں کہتے وہ جیسے اس پر قربان ہونے کو تھا کل رات کی کسی بھی بات کا کوئی شائبہ تک نظر نہیں آ رہا تھا اس کے چہرے پر۔

”آپ..... آپ چاہتے کیا ہیں.....؟“ وہ بے بسی سے بس اتنا ہی کہہ پائی آج اس نے شہروز سے اپنے آنسو چھپانے کی بھی کوئی کوشش نہیں کی تھی جو پلکوں کی باز پھلانگ کر رخساروں کو تر کرنے لگے تھے اور جنہیں دیکھ کر شہروز تڑپ اٹھا تھا۔

وہ اس لمحے اتنی بے بس اور بکھری ہوئی لگ رہی تھی کہ شہروز دکھ اور تاسف کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا اس نے کب ماہی کو اتنا آزرہ دیکھنا چاہا تھا وہ تو اس کی زندگی تھی اس کی دھڑکنوں میں شامل اب اسے اتنا مضطرب اتنا پریشان دیکھ کر اسے اپنے دل سے اپنی دھڑکنیں روٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

”آپ کو جس سے پیار ہو آپ کو جس سے شادی کرنی ہو آپ اس سے شادی کر لیجئے لیکن پلیز..... میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں میری زندگی تباہ مت کیجئے“ آپ بی جان کو انکار نہیں کر سکتے کوئی بات نہیں میں انہیں جا کر اس شادی سے منع کر دوں گی لیکن آپ محض اپنی انا کی تسکین کے لئے میری زندگی سے مت کھیلیں پلیز۔“ انک انک کر کہتے وہ آخری جملے پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

شہروز تو جیسے بت بن گیا تھا اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ اس معاملے کو جتنا ایزی لے رہا ہے ماہی کے لئے وہ معاملہ اتنا ہی گھمبیر صورت اختیار کر چکا ہے وہ جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے لیکن اب سب کچھ کرنے کی بہت جلد نوبت آ گئی تھی جو کام کل ہونا تھا شہروز نے وہ آج ہی کرنے کی ٹھان لی تھی۔

شہروز نے اپنا کہا سچ کر دکھایا تھا یعنی ان کے نکاح کی کارروائی انجام پا چکی تھی ماہی نہیں جانتی تھی شہروز نے یہ کیسے کیا اس نے بی جان تایا جی اور ابو سے کیا کہا انہیں کس طرح راضی کیا جس وقت اس نے نکاح نامے پر سائن کئے اس وقت اس نے اپنے دل سے ہر امید ہر خوش فہمی نکال پھینکی تھی جب حقیقت ایک بھیا نک روپ لے کر سامنے کھڑی ہوئی تب اس سے چاہ کر بھی نظریں نہیں چرائی جاسکتیں ماہی نے بھی خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا۔

”میری بات ذرا کھلے دل و دماغ سے سننا ماہی! شہروز تمہیں چاہتا ہے اور بہت چاہتا ہے تم سوچ رہی ہوگی میں یہ سب تمہیں کیوں بتا رہا ہوں صرف اس لئے کہ تم یہ بدگمانیاں اپنے دل سے نکال دو کل ہم

ہے ہیں اور اس سے پہلے ہی میں تمہیں سچائی بتانا چاہتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ شادی تک کا عرصہ تم اس طرح جلتے کڑھتے گزار دو۔“ سیف نجانے اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔

”اس مہربانی کے لئے تھینکس سیف لیکن میرے جلنے کڑھنے کی فکر تم مت کرو۔“ وہ چاہتے ہوئے بھی اپنے لہجے کی مٹنی چھپا نہیں پائی۔

”میں بچی نہیں ہوں کہ ان جھوٹے دلاسوں سے بہل جاؤں گی نکاح نامے پر سائن تو کر دیئے ہیں ناں“ نے پھر کس بات کی پریشانی ہے تمہارے دوست کو۔“

”فارگا ڈسک ماہی! تم واقعی نا سمجھ ہو یا پھر کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتیں۔“ سیف جھلا اٹھا۔

”تمہیں نہیں لگتا تم نے ایک خواہ مخواہ کی مصیبت اپنے سر لے رکھی ہے ایک ایسی پریشانی جس کا حقیقت ن کوئی وجود ہی نہیں ہے۔“

”کہنا کیا چاہتے ہو تم.....؟“ وہ اب بھی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

”دیکھو ماہی..... وہ تم سے محبت کرتا ہے اور اس کی بس یہ خواہش تھی کہ تم جو اس کی محبت دل میں چھپائے دئے ہو وہ اسے ایک بار تمہاری آنکھوں میں دیکھ لے۔“ سیف اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا ماہی کے ہرے کے تاثرات ایک لمحے کے لئے بولے تھے لیکن اس نے کچھ کہنے کی زحمت نہیں کی۔

”تم علیہ کے حوالے سے بھی شکوک کا شکار ہو شہروز اور علیہ میں دوستی ضرور ہے لیکن تم نے جو سوچا اور سمجھا ویسی کوئی بات کبھی بھی نہیں رہی۔“ یہ ماہی کے لئے ایک حیرت کا جھٹکا تھا وہ نہیں جانتی تھی کہ علیہ کے لئے اس کی کیفیات سے زمین کے علاوہ کوئی اور بھی واقف ہے۔

”علیہ میرے ہی ایک کزن سے کمیڈ ہے اور بہت جلد اس کی شادی بھی ہونے والی ہے کچھ چیزیں جوان کے درمیان تھیں حقیقی تھیں اور کچھ ایک ڈرامہ شہروز نے محسوس کر لیا تھا کہ تم اس کی اور علیہ کی بے تکلفی سے چڑنے لگی ہو بلکہ اسے جیسی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔“ سیف آخری جملہ کہتے ہوئے ذرا مسکرا دیا تھا ماہی عالم تحیر میں بیٹھی تھی اس نے تو کبھی اپنے چہرے سے علیہ کے لئے بیزاری ظاہر نہیں ہونے دی تھی پھر شہروز کیسے یہ بات جان گیا کہ اسے علیہ سے کتنا شدید قسم کا بیر تھا۔

”اور یہی وہ چاہتا تھا۔“ سیف نے سلسلہ کلام پھر سے جوڑا۔

”کہ تمہارے تاثرات تمہارے احساسات کھل کر اس کے سامنے آسکیں اور وہ جان سکے کہ تمہارے دل میں اس کے لئے کیا ہے۔“

”مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا سیف..... تمہاری ان ساری وضاحتوں کا میں کیا کروں۔“ ماہی حیرت کے ابتدائی جھٹکے سے سنبھل چکی تھی۔

”جو کچھ شہروز نے تمہارے سامنے کہا اس کے لئے کون سا نیا جواز گھرو گے تم.....؟“ سیف کی ساری باتیں سن کر بھی اسے کوئی اطمینان نہیں ہوا تھا کیونکہ شہروز کے وہ جملے تو ابھی تک اس کے کانوں میں گونج

رہے تھے جب وہ اس کی محبت کو ایک وقتی اہال قرار دیا تھا۔

”ذرا وضاحت کرو گی تم کیا پوچھنا چاہ رہی ہو؟“ وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔

”شہروز کا اعتراف..... اپنی مجبوری کے وہ رونے جو وہ تمہارے سامنے رو رہا تھا اپنی محبت کو حماقت قرار دینا کیا تھا وہ سب“۔ اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا وہ یاد کر کے سیف چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر جیسے ہی بات اس کی سمجھ میں آئی وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑا تھا۔

”اومائی گاڈ! مجھے یقین نہیں آ رہا تم اتنی پاگل بھی ہو سکتی ہو؟“ کچھ تاسف بھرے لہجے میں کہتے وہ ہنس پڑا۔

”اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہے؟“ ماہی کو غصہ آ گیا۔

”ہنسنے والی بات ہی ہے ڈیر!“ وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”اس دن شہروز نے جو کچھ بھی کہا..... وہ تمہاری وہاں موجودگی سے باخبر ہو کر ہی کہا تھا لیکن خود کو لاعلم ظاہر کرتے ہوئے محض تمہیں تھوڑا تنگ کرنے کو اس نے وہ ساری باتیں کیں۔“

”کیا.....؟“ اس کی آواز اس کے حلق میں ہی اٹک کر رہ گئی وہ بے یقین سی تھی کہ کیا وہ واقعی عقل سے اتنی پیدل ہے کہ شہروز اتنے دنوں سے اسے بے وقوف بناتا رہا اور وہ کچھ سمجھ ہی نہیں پائی۔

”میرا تو خیال تھا کہ تم بھی اس بات کو سمجھ چکی ہو گی یعنی اتنے دنوں سے جو تمہارے رونے دھونے تھے اور جو ساری ٹینشن تھی وہ علیحدہ کی وجہ سے نہیں تھی تم نے اس ایک بات کو جان کا عذاب بنالیا تھا شہروز کے محض ایک چھوٹے سے مذاق سے تم اس کی زندگی سے نکل جانے کا تہیہ کر چکی تھیں۔“ سیف ابھی تک حیران سا تھا۔

”اول تو مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ ایک مذاق ہے اور دوسرا یہ اتنا چھوٹا مذاق بھی نہیں تھا۔“ وہ تجل تھی اور کچھ غصہ بھی۔

”اور شاید میں اس مذاق کے لئے اسے معاف بھی نہ کروں۔“

”خدا کے لئے ماہی! اب تو یہ گلے شکوے بھول جاؤ جبکہ تم جانتی ہو کہ اس نے یہ سب تمہارے لئے کیا تمہاری محبت میں۔“ سیف کا لہجہ التجائیہ ہو گیا وہ خاموشی سے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی دل کا سارا غبار ہوا ہو گیا تھا اس بند کمرے میں بیٹھ کر بھی اسے ماحول بہت تروتازہ محسوس ہو رہا تھا۔

”اچھا! مجھے میرے ایک سوال کا جواب دے دو تا کہ میں مطمئن ہو سکوں۔“ سیف نے کہا تو وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

”تم! شہروز سے پیار تو کرتی ہوتا؟“ اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا اس کی پلکیں جھک گئیں۔

”ہاں! میں شہروز سے پیار کرتی ہوں۔“ اس نے دھیمے لہجے میں اپنی محبت کا اقرار کیا شاید شہروز کے سامنے وہ یہ بات بھی نہ کہہ پائی۔

”تھینک گاڈ..... اینڈ ٹھینکس ٹو یو فرینڈ۔“ اچانک ہی شہروز کی آواز آئی ماہی تو اچھل ہی پڑی وہ

وازے میں کھڑا تھا آنکھوں میں محبت اور شرارت کے رنگ لئے۔

”تمہارا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھولوں گا سیف۔“ اس کی اس بات پر ماہی کو اپنے بدن کا سارا ان چہرے میں سمٹتا محسوس ہوا۔

”چلو اچھا ہے تم سے کئی کام نکلوانے آسان ہو جائیں گے۔“ سیف نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

آج اس کی زندگی کی سب سے حسین رات تھی ٹیرس پر پھولوں کے جھرمٹ میں کھڑی وہ چاند کو تکتے لئے اس خوبصورت ماحول کا سارا حسن ساری خوشبو اپنے اندر اتار رہی تھی جب وہ بنا کوئی آہٹ کئے میرے سے اس کی پشت پر آ پہنچا اور اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

”ایسے کون سے نظارے ہیں جو ہمارے انتظار سے زیادہ حسین ہیں؟“ ماہی نے پلٹ کر اسے دیکھا مکمل دلہنگھار کئے اس کے حسن کی آب و تاب اس لمحے چاند کو بھی مات کر رہی تھی۔

”آپ کو پتا ہے آج چودھویں کی رات ہے۔“

”ہاں.....! چاند کی تکمیل کی رات اور..... ہماری بھی۔“ اس کا لہجہ بوجھل تھا دل کے سارے جذبے میسے اس کی گہری آنکھوں میں سمٹ آئے تھے۔

”کتنا انتظار کیا ہے میں نے ان پلوں کا جانتی ہو اور کتنا ستایا ہے تم نے۔“

”اور آپ نے جو اتنے دن مجھے پریشان کئے رکھا اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟“ ماہی حیکھے تو نوں سے اسے دیکھنے لگی۔

”کیا کرتا..... تمہاری اس بے رخی کا جواب بھی تو دینا تھا جو تم نے میری محبت کے جواب میں روار کھی۔“

”یعنی آپ نے بدلہ لیا مجھ سے؟“ اس کے انداز میں خفگی آ گئی۔

”یہ بھی نہیں سوچا تب کہ اگر میں..... سچ جج جا کر بی جان کو انکار کر دوں تو.....“

”اسی لئے تو فوراً ہی نکاح پڑھوا لیا تھا کہ تمہارا کیا بھروسہ جس طرح میرے سامنے رو کر فریادیں کر رہی تھیں اسی طرح اماں کے سامنے رو دھو کر جان بخشی کروا لیتیں تو میں تو ہاتھ ملتا رہ جاتا۔“ وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”سچ کہوں تو پہلے میں آپ کو بالکل بھی پسند نہیں کرتی تھی۔“ اس نے کچھ شرمندگی سے اعتراف کیا تو شہروز کے ہونٹوں کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

”جب آپ نے مجھ سے یہ کہا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہو گئی ہے تو پہلے مجھے یقین نہیں آیا اور جب یقین آیا تو میری انا آڑے آ گئی۔ بھلا اتنا عرصہ آپ کو ناپسند کرتے کرتے میں اس طرح اچانک کیسے آپ کی نسبت قبول کر لیتی یہ تو دو غلا پن ہوتا ناں۔“ اس نے بات کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

”بالکل نہیں.....“ شہروز نے نفی میں سر ہلایا۔

”تم ایک بار اپنے دل میں جھانک کر دیکھ لیتیں تو تمہیں یہ سوچنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی، میں جانتا تھا تم مجھ سے پیار کرتی ہو، یہ اقرار میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا تھا، ویسے تم نے ابھی تک مجھے یہ نہیں بتایا کہ تم مجھے کتنا چاہتی ہو۔“ یہ بات کہتے ہوئے اس کی شفاف آنکھوں میں کئی رنگ جھللا اٹھے تھے۔

”ایسی کوئی بات ہوگی تو کہوں گی ناں۔“ ماہی نے شرارت سے کہتے ہوئے رخ پھیر لیا۔

”واٹ.....“ شہروز کی آواز بلند ہو گئی۔

”کیا کہہ رہی ہو تم۔“ اس نے اسے شانوں سے پکڑ کر اپنی جانب کیا، وہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی اور شہروز مبہوت سا اسے دیکھتا رہ گیا، ماہی کی پلکیں جھک گئی تھیں اس کی والہانہ نگاہوں کی تپش سے اس کے رخساروں میں گلاب کھلنے لگے تھے۔

”تمہیں پتا ہے ماہین! تم کتنی خوبصورت ہو، ہر رنگ، ہر منظر، ہر دلکشی تمہارے سامنے ماند ہے، تمہاری ہنسی، تمہاری باتیں، تمہاری خوشبو۔“ وہ بے خود ہونے لگا۔

”میں..... تمہیں دیکھتا ہوں تو میرا دل..... میری دھڑکنیں پاگل ہونے لگتی ہیں، تمہارے قریب آتے ہی میرے ہوش و حواس میرا ساتھ چھوڑنے لگتے ہیں، تم نے مجھے پاگل کر دیا ہے ماہی..... تمہاری محبت نے مجھے ایسی دیوانگی میں دھکیل دیا ہے کہ میں چاہ کر بھی اس سے نکل نہیں پار ہا ہوں..... بتاؤ ماہی! کیوں کیا میرے ساتھ ایسا۔“ وہ دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھامے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بھاری لہجے میں پوچھ رہا تھا، اور ماہی جو اس کی بولتی ہوئی نگاہوں کا سامنا تک نہیں کر سکتی تھی، اب اس کی قربت میں شہروز کے منہ سے اقرار محبت سنتے ہوئے اس کے دل کی جو حالت تھی، روم روم لرزتا ہوا، ہر سانس ٹھہرتی ہوئی، وہ حیران تھی، وہ بے یقین تھی، ایک عجیب سی خوشی تھی اور ایک بے پایاں سی مسرت..... قدرت اس طرح بھی نوازتی ہے، قسمت اس طرح سے بھی بدلتی ہے، یہ بے حد شاندار ہے، پناہ خور و شخص جھکا ہے تو صرف میری محبت میں، کیا میں واقعی اتنی خوش قسمت ہوں۔“ یہ سوچتھی اور دل میں اٹھتے تشکر سے مغلوب احساسات۔

”میں نہیں جانتا کہ میں تمہارے لئے کیا ہوں.....؟ لیکن میرا دل..... میری دنیا صرف تمہارے دم سے آباد ہے، میری دھڑکنیں، میری سانسیں صرف تمہارے نام سے چلتی ہیں ماہی! تم میرے وجود کا حصہ ہو، میری ذات کے نہاں خانوں میں اتری میری پہلی اور آخری محبت۔“ وہ اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا اور کچھ ایسے انداز میں کہ ماہین کی روح تک سرشار ہو گئی تھی وہ نازاں تھی اور مغرور بھی، اتنی چاہتیں، اتنی شدتیں پانے کے بعد جو مان اور فخر اسے شہروز کی محبت نے بخشا تھا، بدلے میں اگر وہ اپنا تن من بھی نکھار کر دیتی تو کم ہوتا اسی لئے جب شہروز نے اس کا ہاتھ تھاما تو اس نے دل و روح کی تمام تر آمادگی کے ساتھ اپنا پیارا اپنا آپ اسے سونپ دیا تھا۔

پورے چاند کی چمک بڑھ گئی تھی، محبت کی اس کہانی کی تکمیل پر..... اور چاند بھی فراخی سے دھرتی پر اپنی پر نور کرنیں برسائے لگا تھا۔

